درس حدیث
محمد اظہر مدنی

پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ بھی عبادت ہے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رجل: یارسول اللہ ان فلانۃ تذکر من کثرۃ صلاتھا وصدقتھا وصیامھا، غیرانھا تؤذی جیرانھا بلسانھا قال: ھی فی النار. قال یارسول اللہ فان فلانۃ تذکر من قلۃ صیامھا وصدقتھا وانھا تصدق بالاثوار من الاقط ولا تؤذی بلسانھا جیرانھا قال ھی فی الجنۃ. (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ایک عورت کا کثرت نماز اور کثرت روزہ وصدقہ کی وجہ سے اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے (یعنی نماز اور روزہ کی وجہ سے مشہور ہے) لیکن اپنی بدزبانی سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جہنم میں جائے گی۔ اس شخص نے کہا کہ ایک ایسی عورت بھی ہے جو نماز روزہ اور صدقہ کا اہتمام کم کرتی ہے لیکن پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ دیتی رہتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے تکلیف نہیں دیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے بارے میں فرمایا وہ جنت میں جائے گی۔

اس حدیث میں پڑوسیوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسلام میں ہر صاحب ایمان پر نماز روزہ فرض ہے اور ان عبادتوں سے کوتاہی کرنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی ہے۔ نماز کے بارے میں کہا گیا ہے کہ بندے اور کفر میں نماز امتیاز پیدا کرتی ہے۔ ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ مسلمان کا اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں اور پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، استطاعت ہونے پر حج کرنا اور رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنا۔ (متفق علیہ)

ایک حدیث میں رمضان کے روزے کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم کا ہر عمل کا دس گنا ثواب ملتا ہے اور اس ثواب میں سات سو گنا تک اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے میں ہی روزہ دار کو اس کا بدلہ دوں گا روزے دار میرے لئے اپنی خواہشات کو ترک کر کے کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ دار کے لئے خوشی کے دو وقت ہیں ایک خوشی افطار کے وقت اور ایک خوشی وہ ہے جب وہ اپنے رب کا دیدار کرے گا۔

نماز روزہ سے متعلق مذکورہ حدیثوں کے تذکرہ کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح سے روزہ نماز ادا کرنے پر ثواب ملتا ہے اسی طرح سے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر اجر وثواب سکتا ہے اور یہ بھی عبادت ہے اسلام نے نماز روزہ زکوۃ جیسی عبادت کا حکم دینے کے ساتھ اللہ کے بندوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی بھی تلقین کی ہے اور اس کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔ ایک روایت میں ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوستوں میں سب سے بہتر دوست وہ ہے جو اپنے دوست کے لئے فائدہ مند ثابت ہو اور پڑوسیوں میں سب سے اچھا پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کو فائدہ پہنچائے۔

اول الذکر حدیث میں زبان کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے اور بدزبانی کی مذمت کی گئی ہے۔ آج دیکھا جا رہا ہے کہ لوگ بولنے میں غیر محتاط ہوتے جا رہے ہیں۔ بظاہر بہت سی چیزوں میں ممتاز اور منفرد ہوتے ہیں لیکن ان کا پڑوسیوں کے ساتھ سلوک انتہائی خراب ہوتا ہے اور آس پاس کے لوگوں سے انتہائی غیر شائستہ برتاؤ کرتے ہیں۔ اس حدیث میں بدزبانی کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنا کر یہ تلقین کی گئی ہے کہ نماز روزہ کی اہمیت کے ساتھ معاشرہ کے افراد کے ساتھ اچھے برتاؤ کی بھی بڑی اہمیت ہے اور اللہ رب العزت پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اور اپنی زبان کی حفاظت کرنے پر خوش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سبھی لوگوں کو نماز روزہ کی پابندی کرنے کے ساتھ اپنی زبان کی حفاظت کرنے اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔ وصلی اللہ علی النبی

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

مولانا محمد خورشید عالم

مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی　مولانا شہاب الدین مدنی　ڈاکٹر سعید احمد مدنی

مولانا اسعد اعظمی　مولانا طہ سعید خالد مدنی　مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
رمضان المبارک کی چند اہم عبادتیں	۸
عیدالفطر سے متعلق چند مسائل	۱۱
عورت کا کاروبار اور کمائی کرنا	۱۳
وراثت کے بعض اہم اور ضروری مسائل	۱۸
اسلام میں بیٹیوں کے حقوق اور ان کی اچھی پرورش کے فضائل	۲۰
مریم، آسیہ اور کلثوم اخت موسیٰ علیہن السلام سے رسول ﷺ کی شادی...	۲۴
ماحولیات کا تحفظ اور مذاہب عالم	۲۸
پندرہواں آل انڈیا ریفریشر کورس	۳۰
اعلان داخلہ (المعهد العالي للتخصص في الدراسات الاسلاميه)	۳۱
اپیل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ ________ ۱۵۰/روپے

فی شمارہ ________ ۷/روپے

پاکستان ________ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ و دیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اصغر علی امام مہدی سلفی

اداریہ

پہلا رمضان - پہلی تراویح

رمضان المبارک کی پہلی تاریخ تھی اور ہم صلاۃ تراویح میں ایک نہایت خوش گلو مجود اور عطر بیز تلاوت کے فن سے واقف مقری کے پیچھے ہمہ تن گوش قرآن کریم بڑے غور سے سن رہے تھے۔ ترتیل اور ٹھہراؤ میں ''ورتل القرآن ترتیلا'' کا پورا پورا خیال تھا۔ پورے سوا گھنٹے میں سورہ فاتحہ سمیت پہلے پارے کی تلاوت کی گئی۔ قرآن کریم کا ہر انسان پر حق اور فرض ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے کہ وہ عرش عظیم کے رب اور مالک اللہ تعالیٰ کا اپنا کلام پاک ہے۔ اور جو فرشتوں میں سب سے اعلیٰ مقام رکھنے والے جبرئیل امین کے ذریعہ روئے زمین کے سب سے افضل انسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں اور جو صادق وامین کے لقب سے ملقب ہیں، پر ۲۳ سالوں یعنی ۱۳ سالہ مکی زندگی اور ۱۰ سالہ مدنی زندگی میں نازل ہوا اور جس پر ایمان لانا ہر انسان کا فرض ٹھہرا، جو لوگ اس پر ایمان لائے ان مومنوں اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کو دل کی آنکھوں سے پڑھیں اس کے تمام تر تقدس، مقام بلند، مرتبہ ارفع اور ادب واحترام کا پاس ولحاظ رکھیں، جس میں حدث اصغر و اکبر سے طہارت بھی شامل ہے۔ نماز میں اس کی تلاوت اور زیادہ موثر، موجب استماع اور باعث خیر و برکت اور سکون قلب ہے۔ کیوں کہ نماز مجموعہ خشوع وخضوع ہے، یعنی جسمانی سپردگی، طمانیت، ظاہری اور جسمانی طور پر مکمل تواضع وانکساری اور خوف الٰہی سے سرشاری کے ساتھ قلبی و ذہنی طور پر بھی مومن صادق کا انتہائی محبت الٰہی اور خوف الٰہی میں دل ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ بلفظ دیگر انسان کا سراپا اور ظاہری وباطنی سب کچھ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی طرف مائل اور ہر طرح کی دنیاوی آلائشوں اور علائق سے پاک ہوتا ہے۔ ایسے میں قرآن کریم کی تلاوت وسماعت سونے پر سہاگہ ہوتی ہے، جس کا ایک الگ مقام ہے، جس کے اندر وعد و وعید ہے اور کلام الٰہی ہونے کی ہیبت و دبدبہ ہے۔ جس کی اپنی دل آویزی ہے، جس کی تاثیر دل پذیر ہے، جس کی بے شمار برکتیں ہیں، جس کی عظمت ورفعت ہر طور پر مسلم ہے، اپنے الفاظ وتراکیب اور کلمات وجملوں کی حیثیت سے بھی اور اس کے معانی و مطالب اور مضمون و بیان کی رفعت اور سحر بیانی کی وجہ سے بھی، فصاحت و

بلاغت کا اسی پر خاتمہ ہے، گویا ہر طرح سے وہ اپنے سننے والوں کو اپنا گرویدہ بنالیتا ہے اور جو دل کے کانوں سے سنتا ہے وہ اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس قرآن کے پڑھنے اور سننے کے فریضہ کے ساتھ اس کے معانی ومطالب، احکام وحکایات اور قصص ومواعظ کا جاننا اور سمجھنا بھی قرآن کا حق ہے جو امت پر حسب فہم وفراست اور ضرورت فرض کے طور پر عائد ہوتا ہے۔اس پر غور وفکر کرنا بھی فرض ہے۔ دراصل یہ بابرکت کلام انسانی زندگی میں اتارے جانے کے لیے ہی آیا تھا یہی وجہ ہے کہ ہمارے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن کریم نازل ہوا تھا وہ قرآن کریم کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔آپ قاری بھی نظر آتے تھے اور قرآن بھی تھے اور یہی مطلب ہے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کا کہ ”کان خلقه القرآن “یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق وکردار قرآنی تعلیمات کا مکمل آئینہ اور عکس جمیل، بلکہ سراپا قرآن کریم تھا، جو ہر ماہر قرآن کریم اور ہر سیرت رسول پر گہری اور وسیع نظر رکھنے والے پر عیاں ہے۔آپ قرآن کے مرد کامل تھے، اور آپ کا کوئی نظیر و مثیل نہ تھا، اسی لیے آپ کو سب سے بہتر نمونہ بنایا گیا اور سب مومنوں اور ہر انسان کو جو دنیا وآخرت میں سرخروئی وسربلندی وکامرانی چاہتا ہے اس اعلیٰ ترین نمونہ کو اپنانے کا مکلّف بنایا گیا۔اس لیے ہر مومن کو ہر حال اور ہر آن میں قرآن کو حرز جان بنائے رکھنا چاہئے اور اس کی تلاوت اور تدبر کو سکون کے اوقات ولمحات یعنی رات کی تاریکی اور فجر کے سناٹے میں اپنا وظیفہ بنانا چاہئے۔اس کے لیے رات کی صلوۃ کو سب سے بہتر وقت اور سب سے اچھی حالت وکیفیت اور سب سے بہتر موقع ومحل مانا گیا ہے اور اس میں طویل قرأت کو بہتر بتایا گیا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام اللیل، یعنی رات کی وہ صلوۃ جس میں طویل قیام ہوتا اور بہت بہترین اور طویل قرأت ہوتی تھی اس کی اچھائی ولمبائی کا کیا کہنا اور اس کی کمیت وکیفیت ذہن ودماغ میں لائی ہی نہیں جاسکتی، وہ تو صرف دیکھنے اور سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ جسے رفیقہ حیات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا واہل بیت مصطفیٰ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی جان سکتے تھے، چنانچہ عرب کی فصیح وبلیغ ترین خاتون جنت فرماتی ہیں، ”کہ” ماكان يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشر ركعة كان يصلي اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم كان يصلي اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن “۔رات کی یہ نماز جسے بعد کے لوگوں نے تراویح کا نام دیا ہے، اس کے قرآن کریم، سورہ فاتحہ، خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے ناموں کی طرح متعدد نام ہیں مثلاً قیام اللیل، صلوۃ اللیل، تہجد وغیرہ اور اکثر عظیم الشان ناموں، کاموں اور چیزوں کے متعدد ذاتی وصفاتی نام ہوا کرتے ہیں۔ نمازوں میں اس سے بہتر کوئی نماز ہو نہیں سکتی۔رب کے حضور حاضری، دلجمعی، ثبات قدمی اور تلاوت وسماعت قرآن کے اس سے بہتر کیا اوقات ہو سکتے ہیں؟ جسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح برت کر دکھادیا۔إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْءًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ”بے شک رات کا اٹھنا دل جمعی کے لئے انتہائی مناسب ہے اور بات کو بہت درست کردیتا ہے“(سورہ مزمل:٦) نیز ارشاد ہے إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ”یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہے۔“(بنی اسرائیل:٧٨)

لہٰذا نماز تہجد وتراویح اور قیام اللیل وصلوۃ اللیل جو نام رکھیں اس میں قرآن اس تلاوت عاطرہ، ترتیل جیدہ اور تغنی کامل کے ساتھ پڑھا جانا چاہئے کہ استماع کے ساتھ فہم وادراک معانی ومضمون بھی دلوں میں گھر کرتا جائے۔ کیوں کہ ماہر قرآن جب تلاوت کرتا ہے تو گویا وہ دل میں اترتا ہے، حدر میں پڑھنا بھی ایک طریقہ تلاوت ہے مگر وہ تلاوت جو ایک رات میں ختم ہو جائے یا چند راتوں میں پوری کردی جائے اور تراویح چند دنوں میں مکمل کرلی جائے روح تلاوت کے منافی ہے۔بایں طور قرآن ختم کردینے کو قیام الیل، تراویح اور تہجد کا نام دے کر ثواب حاصل کرلیا جائے اور سنت نبوی سمجھ لیا جائے، ایں خیال است ومحال است وجنوں۔

”من قام رمضان ايمانا و احتسابا“ کے مطابق نہ یہ ایمان کی کسوٹی پر پورے اترتے ہیں نہ احتساب کے تقاضے پورے کرتے ہیں بلکہ لحن جلی جو حرام اور بطلان نماز کا سبب ہے اور جو قلب معانی، اخفائے الفاظ اور کتر بیونت کی وجہ سے معصیت اور گناہ کا سبب بن جائے کم از کم سنت نبوی وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف ہے۔قرآن کریم کا عظمت وبرکت والا ایک حرف جو کم از کم صرف پڑھ سن لینے سے دس نیکی کا حقدار بناتا ہے، یہ اس کا دوسرا معجزہ ہے کہ کسی کتاب کا کوئی حرف ایسا نہیں ہوسکتا حتی کہ سب سے اچھے اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام باصواب وباثواب بھی نہیں، تو اس طرح کی تراویح اور تلاوت میں تو وہ بھی حاصل نہیں۔ہم قرآن کریم اور تراویح سے متعلق اس جذبے اور اہتمام وہمت کی قدر کرتے ہیں۔مگر طریقہ کار جو سنت مصطفیٰ جو ہم سب کے مقتدائے اول وآخر ہیں پر کھرا نہ اترے بلکہ اس کے خلاف ہو ہم اس کو باطل سمجھتے ہیں۔اس لیے ہم اپنے دل سے عزیز بھائیوں کو نصیحت کرتے

ہیں کہ ہر مومن دوسرے مومن کا آئینہ اور ناصح ہوتا ہے اور'' الدین النصیحه. لله ولکتابه ولرسوله ولأئمة المسلمین وعامتهم '' واضح ہے۔اس میں اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے ائمہ (نمازوں کے بھی) اور عام مسلمان ومقتدی سب کی خیر خواہی ہی دین ہے۔ ورنہ ان سطور کی یہاں گنجائش نہ تھی۔لہٰذا کانوں میں صاف صاف کلام پاک کا آنا، ان کا سمجھ کے لائق ہونا اور سننا اور سنانا سب کا حق ہے۔ اور دل پر عظمت و معانی نقش ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اقبال کو کہنا پڑے گا۔

تیرے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزول کتاب

خلاصہ کلام یہ کہ سورہ فاتحہ میں مضامین کی کثرت وتنوع اور اس کے ام الکتاب ہونے اور اقوام عالم کے احوال وکوائف دینیہ و دنیویہ خصوصا یہود و نصاریٰ جیسی عظیم اقوام کی حالت زار پر وعید اور ان کی راہ وروش سے دور رہنے کی دعا نے امت مسلمہ کی موجودہ حالت و کیفیت پر غور کرنے پر مجبور کر دیا گو'' اهدِنَــــا الصِّرَاطَ الْمُستَقِيْمَصِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنعَمتَ عَلَيْهِمْ '' ''ہمیں سیدھی اور سچی راہ دکھا ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا۔'' کی دعا وطلب کا اثر ہماری زندگی میں نظر نہیں آتا کہ

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی

کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیارہ

مگر اتنی پستی میں نہیں جاسکتے کہ باپ کا علم گر بیٹے کو از بر نہ ہو تو میراث پدر کے مستحق نہیں ہوسکے۔مگر پستی کا اس قدر حد سے گذرنا دیکھو کہ وہ جو گمراہی میں مثال بن گئے۔غضب الٰہی میں ڈوب گئے اور ذلت ومسکنت ان پر تھوپ دی گئی اور ان کی روش سے بچنے کی دعا سکھائی گئی۔اب ہم ان کی روش پر گامزن ہو گئے، حذو النعل بالنعل ، اور کوئی بل اور سوراخ اور گوشہ نہ چھوڑا جو ہمارا نقش قدم نہ بنا ہوا۔ الغرض سورہ فاتحہ کے انہی مضامین میں کھوئے آمین کہہ کر آگے بڑھ گئے۔آخری ہتھیار دعا ہی تو ہے اور لاکھ گنہگار اور ستم گر سہی آخری ہتھیار اور سہارا تو یہی ہے۔ کچھ تسلی ہوا چاہتی تھی کہ بسم اللہ کے بعد ایک ایسا مضمون آیا جو ہر طرح کے ریب وشک کو دور کرنے والا تھا، لیکن پھر یہی خیال کہ قومیں بھی قرآن کو نہ اپنانے کی مجرم ہیں مگر یقین کے ساتھ زندگی جینے کے لیے چاند، ستاروں، فضاؤں کہکشاؤں اور زمین اور سمندر کی تہوں میں پہنچ رہی ہیں۔ اور یقین اور فولادی عزائم کے ساتھ اپنے خیالات، فارمولوں اور ظن وتخمین پر مبنی مفروضوں کے سہارے تسخیر عالم کے پلان اور چارٹ بنا رہی ہیں اور اقوام سے آگے بڑھ رہی ہیں اور ہم'' ذَلِکَ الْکِتَـابُ لاَ رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ '''' اس کتاب کے اللہ کی کتاب ہونے میں شک نہیں پرہیزگاروں کو راہ دکھانی والی ہے'' جیسی یقینی کتاب اور تعلیم کے باوجود دنیا جہاں کے شکوک وشبہات کے دریا میں غوطہ زن ہیں ،غفلت کی نیند اور خواب خرگوش میں محو ہیں اور خیالی و تصوراتی دنیا والوں کی چکا چوند روشنی میں مبہوت وحیران کھڑے ہیں۔ دوراہے پر ہی نہیں بلکہ مکمل سنگ راہ کی رکاوٹ پر کہ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ آگے کے مضامین نے اپنی حالت پر اور زیادہ فکر مند کر دیا کہ کتاب ہدایت کے ساتھ تو ہمارا یہ معاملہ ہے ،مگر غیب پر ایمان، تعلیمات الٰہی ،اقامت صلوۃ اور بذل وانفاق وغیرہ جو ہمارا شیوہ تھا اور جو امت اقوام عالم کی دینی ودنیوی حاجات کو پورا کرنے کے لیے برپا کی گئی تھی، وہ خود بھیک مانگنے والی اور در در کی ٹھوکریں کھانے والی بخیل قوم بن چکی اور'' پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں'' کی کیفیت سے دوچار ہے۔

ابھی ذکر صفات مومنین سے فارغ ہوئے نہیں کہ امام صاحب نے مشرکین کا ذکر چھیڑا کہ ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے اور پردے پڑے ہوئے ہیں۔ان پر انذار وعدم انذار کا کوئی کچھ اثر کرنے والا نہیں۔ کچھ یہی حال امت مسلمہ کا تو نہیں ہو رہا ہے۔ ایسا لگا کہ مومنین ومشرکین کے ذکر سے جلدی سے گذر گئے اور منافقین کا ذکر آ گیا اور سورہ منافقین کے علاوہ یہاں بھی قدرے طویل طور پر آیات کی روشنی میں اپنی قوم وملت کا حال دیکھا تو دل زار وقطار رونے پر آمادہ ہو گیا کہ ایسا تو نہیں کہ ہماری صفوں میں نہیں بلکہ صف کے صف منافقین اور ان کی اوصاف وعلامتیں قوم مسلم کی بھی نشانی بنی ہوئی ہیں؟ ممالک عرب اور مسلم دنیا کا نام بڑی آسانی سے ہندوستانی مسلمان لے رہا ہے، جہاں کم از کم باوجود خامیوں اور کمیوں کے ان کی حکومت ہے، ان کا وجود باقی ہے، مگر جہاں کسی شمار وقطار میں نہیں ہیں، اپنے وجود کی بھیک مانگنے کا شعور کھو چکے ہیں۔ بقا کی سوچ سے بھی غافل ہیں اور جہاں فکرمندی نظر آ رہی ہے وہاں بے چینی اور منافقت مذبذبین واولین منافقین سے بڑھ کر مار آستین وملحدین وزنادقہ سے آگے جانے کو تیار ہیں اور شک وریب اور تذبذب وتردد کی ایسی کیفیت قیادت اقلیات مسلم میں دیکھی جا رہی ہے وہ سب سے بڑا روح فرسا اور ہمت شکن و سبب فسخ عزائم ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ باہری دنیا اور غیروں کے رحم وکرم پر باقی رہنے کے بعد رہی سہی قوت فکر کے ساتھ آگے بڑھنے کے لیے جو نفاق وشقاق اور فساد برپا کرنے کی مسلمان کوشش کررہا ہے وہ لمحہ فکریہ ہے۔ اور جو نہی کہا جاتا۔ ''لاتفسدوا'' دیکھو اجتماعیت کو پارہ پارہ کرکے نفاق کے ذریعہ فساد نہ پھیلاؤ، تو منافقین زمانہ بڑی عیاری وکمال ہوشیاری سے جس کے ماضی کے منافقین عادی نہ تھے کہتے ہیں، انما نحن مصلحون، کہ ہماری یہ ریشہ دوانیاں امت کی مصلحت وضرورت کی خاطر ہیں، ان کے رنگے ہاتھوں پکڑے جانے کے بعد ایسا کہتے ہیں، بہتوں کو تو اس کی بھی ضرورت نہیں کہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہی سہی کریں۔ وہ تو چوری نہیں سینہ زوری بلکہ دن دھاڑے ڈکیتی کرتے ہیں۔ آہ۔ چہ دلا وراست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

الغرض امت کی اس زبوں حالی پر غور وفکر کا موقع پوری ترتیل وقرأت سے پڑھنے کے باوجود امام صاحب نماز میں دے ہی نہیں سکتے۔ اس لیے آگے عبادت الٰہی، نعمت الٰہی، عرش بریں، فرش زمین اور قرآن جیسی معجز کتاب پر چیلنج اور جنت کے باغ و بہار اور جنات وانہار کے ذکر ووعدہ الٰہی اور اپنی کوتاہی کا سلسلہ چل رہا تھا اور قرآن کریم کس طرح قوموں کی سربلندی، ہدایت اور پستی و گمراہی کا سبب بنتا ہے؟ یہاں بھی انسان کی لاپرواہی پر تنبیہ ہے۔ اس دوران ''ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع به آخرین'' کی روشنی میں اپنے ماضی وحال اور حال واحوال نظروں کے سامنے پھرنے لگے۔ اور صاف صاف سجھائی دینے لگا کہ

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

پھر حضرت انسان کی خلافت ارضی کا معاملہ بڑے زور شور سے قاری نے اپنی عطر بیز تلاوت کے ذریعہ سنایا تو فرشتوں کے کہنے کا نقشہ نظروں کے سامنے فلسطین یوکرین، بوغریب شام وعام سرزمین عالم وصفحہ ہستی میں نظر آنے لگا۔ پھر یہ حضرت انسان علم کی دولت سے مالا مال ہوکر مسجود ملائکہ بنا تو دل باغ باغ ہوا اور جان میں جان آئی مگر پھر وہی مایوسی دلوں پر چھائی کہ علوم وفنون کے دور میں بھی انسان چاند ستاروں اور سیاروں میں اپنی گذرگاہیں ڈھونڈھنے والا اپنے افکار کی دنیا میں سیر نہیں کرسکا کہ اپنے من میں ہی ڈوب کر سراغ زندگی حاصل کرلیتا۔ توبہ وانابت اور اپنے ہاتھوں سے اپنے اوپر ہی ظلم کرنے کے راز کو پاکر رجوع الی اللہ کرنے اور گھاٹے سے نکلنے کا سامان کرہی رہے تھے کہ امام صاحب وہاں پہنچ گئے جہاں کسی زمانہ میں ایک قوم کی دھوم مچی ہوئی تھی، سارے عالم میں ان کو فضیلت بخش دی گئی تھی، جو شعب اللہ المختار چنندہ وبرگزیدہ اور چہیتا ہونے کی دعویدار بن چکی تھی، مگر ہائے شومئی قسمت کہ بار بار لعنت ومسکنت اور ذلت کی سزاوار ہوئی اور بدعہدی وعدہ خلافی، مصلحین وانبیاء کے قتل کی مجرم، انسانیت کی قاتل، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی منکر، اس کی نعمتوں کو ذلتوں سے تبدیل کرنے اور ہدایت اور ایمان کی دولت کا متاع قلیل اور غرور سے سودہ کرنے کی مرتکب ہوئی۔ اس سورہ شریفہ بقرہ کے اندر خصوصا اس کے پہلے جزء میں اتنے واقعات انعامات اور افضال واکرام کے قصے بیان ہوئے ہیں کہ بنی اسرائیل پر بجا طور پر رشک آنے لگتا ہے، مگر جتنی ہی نعمتوں کی بھرمار، الطاف وعنایات اور بخشش وعفو ودرگذر کے معاملات سامنے آتے ہیں اتنی ہی زیادہ فروگذاشتوں، مخالفتوں، طغیان ونافرمانی اور ہٹ دھرمی واحسان فراموشی کے واقعات بھی قدم قدم پر ہوئے ہیں۔ ایسی نعمتوں کا کسی قوم پر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جو بنی اسرائیل یہود پر نچھاور کی گئی، من وسلوی کا نزول ہی کیا کم تھا کہ اس پر مستزاد ڈائریکٹ بادلوں کے سایہ فگن رہنے، چشموں کے جاری ہوجانے کے انعامات۔ پھر بھی عناد ودشمنی اور خود رائی وخدا فراموشی کی ایسی داستان نہیں ملے گی۔ یہ سب آیات بینات اور قصص وحکایات امم سابقات اور واقعات اسرائیلیات سے گذر کر اس قوم کی بدبختی پر فکر ونظر کرتے ہی صد ہا رنج وافسوس اور تعجب وتحیر ہوتا ہے اور انسان حیران اور غم ورنج میں غوطہ زن ہوتا ہے کہ اپنی حالت پر نظر پڑ جاتی ہے۔ اور بنی اسرائیل پر رونے اور ان کو کوسنے سے زیادہ امت مسلمہ، خیر امت، وسط امت اور فرق ناجیہ ونار یہ سب پر نظر پڑنے سے سرندامت سے جھک گیا کہ یہود و بنی اسرائیل کو ان کے عصیان وطغیان نے جب ہلاک وبرباد کردیا تو کیا امت مسلمہ ان جرائم کی مرتکب ہوکر سرخرو ہوسکتی ہے۔ کیا اس امت پر ان آیات کی تلاوت اور قصص وحکایات کی قرأت وسماعت تجربات نہیں فراہم کرتی، ان بنی اسرائیل کے واقعات جو سورہ بقرہ میں وارد ہیں جن کی تلاوت ہوتی ہے، ہم پر گھٹن طاری نہیں کرتی کہ اف کیا ہوگیا تھا بنی اسرائیل کو کہ بار بار ایسی مجرمانہ حرکتیں کرتے تھے۔ مگر ہائے افسوس اور صد حیف کہ یہ اور اس طرح کے ہزاروں واقعات جو ہمارے رب نے قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں ہم ان سے نصیحت نہ پکڑ کر ان سے بھی گئے گذرے ہورہے

ہیں۔ آخر وہ زیادہ ڈھیٹ اور مجرم ہیں یا ہم جنہوں نے اقوام عالم اور خود بنی اسرئیل کے انجام سے کچھ سبق حاصل نہیں کیا، ان کو تو وقتی تجربہ تھا۔ وہ تجربہ در تجربہ کر کے بد معاش اور رب کے نافرمان و اصحاب عصیان بنے ،مگر ان کا آخری اور اہم انجام امت مسلمہ کی آنکھوں کے سامنے ہے ،مطالعے اور مشاہدے میں ہے جس کی خبر احکم الحاکمین ،عالم الغیب و الشہادۃ ، اصدق القائلین،علیم وخبیر اور سب سے زیادہ ہم سے محبت کرنے والے نے دی ہے۔ اور ہماری ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی کا کیا عالم ہے کہ وہ مغضوب علیھم قوم ہی ہم پر مسلط ہوگئی۔ اب بھی ہمارے لئے کوئی زاویہ فکر و نگاہ بچ جاتا ہے کہ ہم امت مسلمہ افراد واشخاص ، جماعت وتنظیمات اور فرق واحزاب ان سے الگ اور اب بھی ممتاز ہیں۔

ہاں ان میں یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ انہوں نے کم از کم اپنے نبی کے حواریوں کو سب سے اچھا کہا، مگر ہم نے اپنے نبیؐ کے صحابہؓ کو بھی نہیں بخشا۔ انہوں نے بہر حال کہیں نہ کہیں اصحاب السبت کے مسئلہ میں خاص طور پر اور بہت سے اہم مواقع پر کچھ نافرمانوں، باغیوں ،خواہشات کے بندوں اور اصحاب ہوی و ہوس کو ایک گروہ نے دل سے براجان کر ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دینے پر ناراضگی جتائی اور ایک گروہ تو باضابطہ نکیر بھی کرتا رہا۔

مگر ہائے رے امت مسلمہ اس میں کوئی کسی کو کم از کم معذور سمجھنے کو تیار نہیں۔ امت آج بھی خیر سے خالی نہیں۔لیکن وہ بھی ہماری چیرہ دستیوں، زبان درازیوں، بدگمانیوں، حسد وکینہ اور فتنوں ، الزاموں اور تہمتوں سے محفوظ نہیں۔ عیب جوئی امت کا شیوہ بنا ہوا ہے ،اپنی اصلاح اور فکر کے بجائے دوسروں پر تنقید اور احتساب بے حساب شروع ہے۔

ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے
انجام گلستاں کیا ہوگا
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

ابھی ہم ان مضامین میں کھوئے ہوئے تھے کہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم جیسے برگزیدہ واولوالعزم نبی کا ذکر شروع ہو گیا اور کئی طرح سے اور طرح طرح کی باتوں سے ان کی ابتلاء وآزمائش کا اجمالا ذکر آیا اور اس پر پورا اترنے پر امامت وسیادت وقیادت اور سرخروئی وکامیابی کی خوشخبری سنائی گئی اور إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا کا سرٹیفکیٹ عطا کیا گیا جس پر آپ علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اپنی ذریت واولاد میں بھی جاری وساری رکھنے کی اللہ تعالیٰ سے التجا کی لیکن اللہ جل شانہ نے صاف صاف بتادیا کہ آپ کی التجا اور طلب بجا لیکن ظلم کرنے والوں کے ساتھ میرا کوئی وعدہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ ابھی اسے پاسکیں گے آج امت مسلمہ اور ذریت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا منصب ومقام بھلا دیا ہے اور ابتلاء وآزمائش میں کیا کھری اترتی وہ اپنے فرائض وواجبات اور منصب کو بھی فراموش کرچکی ہے اور اپنے اور غیروں کے حق میں ظلم وضع الشئی فی غیر محلّہ کی مرتکب ہوچکی ہے۔ اس لئے لوگوں کی امامت اور اقوام کی سیادت سے محروم ہی نہیں اپنے وجود وبقا کے لئے ترس رہی ہے۔

آخری رکعت میں امام صاحب نے تلاوت کی تو اس میں حرمین شریفین کی امانت ،عمارت، وتعمیر اور خدمت ومرکزیت کا ذکر آیا تو امید قوی ہونے لگی ابرہہ اور بیت المقدس میں بخت نصر ،قرامطہ وغیرہ کی طرح تدویل الحرمین اور مکرمہ و مدینہ منورہ کو کھلا شہر قرار دینے کے دعویداروں اور ہرکاروں کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے گا اور وہاں سے کتاب وسنت اور اسلام کا کارواں اپنے مرکز سے رواں دواں رہے گا اور قوم مسلم عالمی طور پر خواب غفلت سے بیدار ہوگی اور جن بھول بھلیوں اور غلط فہمیوں میں مبتلا کردی گئی ہے ان سے جلد ہی باہر آئے گی، انسانیت کی ہچکولے کھاتی کشتی پھر ساحل مراد سے ہمکنار ہوگی اور قافلہ احترام انسانیت اور کاروان خیر امت ساری انسانیت اور بلا تفریق رنگ ونسل اور مذہب وملت کو تمام برائیوں اور نقصاندہ چیزوں سے بچا کر فائدہ پہنچائے گی۔ اخیر میں توحید کی امانت جسے انبیاء نے اپنے بیٹوں پوتوں تک منتقل کرتے ہوئے زور دے کر پکڑے رہنے اور پھیلاتے پڑھاتے رہنے کی تلقین کی ہے اس سے حوصلہ ملا کہ اس امانت کے حاملین آج بھی حالات کا رونا روئے بغیر عزم وحوصلہ کے ساتھ تعلیم وتلقین کے کام کو ’’وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ‘‘ کے ساتھ اور ’’ادفع بالتی ھی احسن‘‘ کے ذریعہ کرتے رہیں گے۔ اور صحابہ کرام جو معیار تقویٰ وانسانیت وایمان قرار پائے تھے اور اسوہ حسنہ کے حامل وعلمبردار تھے کا ذکر مسک الختام ثابت ہوا اور ان آیات سے سارے خدشات دور ہونے کے علی الرغم عزم جواں کے ساتھ رب کریم سے امید واثق باندھ کر اور وتر اور دعاء قنوت سے دامن مراد بھر کر کل کی تیاری جاری ہے۔ **وللہ الحمد**

☆☆☆

رمضان المبارک کی چند اہم عبادتیں

مولانا آصف تنویر تیمی

صحابہ کرام، تابعین اور دیگر اسلاف رمضان کا خاص اہتمام کرتے، اور رمضان کی آمد پر اپنی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے۔ بلکہ وہ لوگ اللہ تعالی سے اس بات کی دعا کرتے کہ انہیں رمضان نصیب ہوجائے۔ اور جب رمضان کا چاند نظر آجاتا تو وہ پوری محنت اور لگن سے اس ماہ کی عبادت و ریاضت میں مشغول ہوجاتے۔ قیام اللیل (تراویح) تلاوت قرآن غربا و مساکین کا خیال صدقہ وخیرات جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ جیسے اعمال صالحہ کی انہیں خاص فکر ہوا کرتی تھی۔ بعض مسلمان بھائی یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ سستی وکاہلی اور صرف تن آسانی کا ذریعہ ہے۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ روزہ صرف سونے کا نام نہیں ہے، اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی بڑی اسلامی جنگیں اسی ماہ میں پیش آئیں، اور مسلمانوں نے فتح ونصرت کا جھنڈا اسی رمضان کے مہینہ میں گاڑا۔ غزوہ بدر، فتح مکہ جیسے عظیم غزوات اسی ماہ میں ہوئے۔ اور اس تعلق سے فقہا کا اختلاف بھی ہے کہ جو لوگ رمضان سوسو کر گزارتے ہیں ان کا روزہ قبول بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ راجح قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ روزہ میں دن بھر سوتے اور شام میں صرف افطار کر لیتے ہیں ان کا روزہ درست نہیں ہے۔ سلف مفسدات روزہ سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ جس قدر رمضان کا روزہ رکھنا ضروری ہے اسی قدر یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے روزہ کو ان چیزوں سے بچائیں جن سے روزہ (فاسد) خراب ہوجاتا ہے جیسے: کھیل تماشہ، غیبت، چغل خوری، حرام کھانا، حرام چیزوں کو دیکھنا اور سننا (جیسے: گانا، فلم بینی، گندے اور فحش ویب سائٹس وغیرہ کا استعمال)، لڑائی جھگڑا، ریاکاری اور دکھاوا اور جھوٹ وبہتان بازی وغیرہ۔

سلف کی طرح ہمیں بھی اس ماہ کی آمد پر اپنی مسرت وشادمانی کا اظہار کرنا چاہئے۔ اور رمضان کی خوشی تو فطری امر ہے اس لئے کہ اللہ تعالی نے اس ماہ میں متعدد عبادات کو ہمارے لئے مشروع قرار دیا ہے۔ جن میں سے روزہ سب سے اہم عبادت ہے۔

روزہ کی فرضیت کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ”اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقوی اختیار کرو۔ گنتی کے چند ہی دن ہیں لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے اور اس کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں، پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے وہ اسی کے لئے بہتر ہے لیکن تمہارے حق میں بہتر کام روزے رکھنا ہی ہے اگر تم باعلم ہو۔ ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے، ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے، اللہ تعالی کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں، وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالی کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو“۔ (البقرہ: ۱۸۳-۱۸۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے؛ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکات دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کا روزہ رکھنا“ (بخاری ومسلم)۔ اور دنیا کے تمام مسلمانوں کا اس بات کا اجماع ہے کہ رمضان کا روزہ فرض ہے، جو اس کے روزے کا انکار کرتا ہے وہ مرتد اور کافر ہے۔ ایسے منکر شخص سے روزہ کی فرضیت کا اقرار کرایا جائے گا، اگر توبہ کرتا ہے تو ٹھیک ورنہ اس کفر کی وجہ سے اسے قتل کر دیا جائے گا۔

روزہ کی فرضیت ۲ ہجری میں ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کُل نو رمضان کا روزہ رکھا۔ روزہ رکھنے کے لئے آدمی کا مسلمان، بالغ، عقلمند، مستطیع اور رکاوٹوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی کافر سے روزہ رکھنے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا، اور اگر رکھتا بھی ہے تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا۔ ایسے ہی بچہ جب تک وہ بالغ نہ ہوجائے اس پر روزہ واجب نہیں ہے۔ علماء نے لڑکا اور لڑکی کی بلوغت کی پانچ نشانیاں بیان کی ہیں: ۱- پندرہ سال کی عمر۔ ۲- زیر ناف پر بال اگنا۔ ۳- احتلام کا ہونا۔ ۴- حیض کا آنا (یہ علامت لڑکی کے ساتھ خاص ہے)۔

بچوں پر تو روزہ فرض نہیں ہے مگر بطور عادت بچوں سے چند روزے رکھوائے جاسکتے ہیں بشرطیکہ بچے کو کوئی جسمانی ضرر لاحق نہ ہو۔ اس سے جہاں عمل صالح کی عادت بنے گی وہیں بچے کے دل میں نیکی کا جذبہ پیدا ہوگا۔ صحابہ کرام اپنے بچوں سے مذکورہ مقاصد کے پیش نظر روزہ رکھواتے تھے۔ لیکن افسوس ہمارے گارجین یہ سوچتے ہیں کہ اگر ہمارا جگر گوشہ روزہ رکھے گا تو دبلا اور بیمار پڑ جائے گا، حالانکہ مشاہدے میں کہ ایسا کچھ نہیں ہوتا، بلکہ بچہ روزہ رکھ کر خوش نظر آتا ہے۔ جب کہ بچپن میں روزہ نہ رکھنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑے ہونے کے بعد بھی مشکل سے روزہ رکھتا ہے۔

دیوانے (پاگل) پر روزہ فرض نہیں ہے۔ ایسے ہی کسی کا دماغ شراب وغیرہ پینے یا بوڑھاپے کی وجہ سے ماؤف ہوگیا ہو تو اس پر بھی روزہ نہیں ہے۔ شراب سے

مراد صرف شراب ہی نہیں ہے بلکہ اس نوع کی تمام چیزیں اس میں داخل ہیں جن سے عقل کام کرنا بند کردیتی ہے۔اور اس شخص سے بدترین کون ہوگا جو رمضان جیسے مبارک مہینے میں شراب نوشی میں مبتلا ہوتا ہے۔لیکن افسوس ایسے بدقماش لوگ بھی آج مسلم سماج میں مل جاتے ہیں۔جن کے اوپر سماج میں کوئی تادیبی کارروائی بھی نہیں ہوتی۔ آج کل نوجوانوں میں شراب کی لت حد سے بڑھ گئی ہے، یہاں تک کہ رمضان کی قدر ومنزلت کو بھی وہ خاطر میں نہیں لاتے،اور پوری بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

اگر کوئی بیمار ہے تو اس پر روزہ فرض نہیں ہے۔کچھ بیماری دائمی ہوتی ہے، ایسے مریض روزہ کے بدلے روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں گے۔جیسے کینسر کا مریض اس کے ٹھیک ہونے کی کوئی امید ہی نہیں ہوتی۔انس رضی اللہ عنہ جب بوڑھے ہوگئے تو یومیہ ایک مسکین کو کھانا دیا کرتے تھے۔کھسٹ بوڑھا شخص بھی دائمی مریض کے حکم میں ہوگا۔ان لوگوں کی بیماری کا کوئی اعتبار نہیں جو صرف روزہ نہ رکھنے کے ڈر سے کسی ڈاکٹر سے جاکر سرٹیفکیٹ تیار کرالیتے ہیں، تاکہ لوگوں کو دکھلاسکیں کہ ان کو ڈاکٹر نے روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ایسے لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ روزہ عبادت ہے اور عبادت ہم اللہ کے لئے کرتے ہیں کسی انسان کو خوش کرنے کے لئے نہیں۔اور روزہ نہ رکھنے کا گناہ ہمیں ہوگا، کسی ڈاکٹر یا حکیم کو نہیں۔

وقتی بیمار؛ جس کے ٹھیک ہونے کی امید ہوتی ہے۔ جیسے کہ کسی کو بخار، سردی، کھانسی یا معمولی مرض ہو۔تو ایسے شخص کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی تین صورتیں ہیں:١- روزہ رکھنے میں کوئی مشقت اور ضرر نہ ہو تو اس کا روزہ رکھنا واجب ہے،اس لئے کہ اس کا معمولی مرض عذر شرعی میں داخل نہیں ہوگا۔٢- مرض کی حالت میں روزہ رکھنا شاق تو ہو مگر ضرر رساں نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔اس لئے کہ وہ رخصت کو چھوڑ کر سختی کو اختیار کرتا ہے۔٣- روزہ رکھنے سے اسے ضرر پہنچنے کا امکان ہو۔ایسی صورت میں اس کا روزہ رکھنا حرام ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں جان کو خطرے میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔

روزہ رکھنے کے لئے آدمی کا جسمانی عوارض سے بھی صحیح سالم ہونا ضروری ہے۔اگر کسی کو حیض ونفاس کا عارضہ لاحق ہے تو اس پر روزہ واجب نہیں ہے۔اسی طرح اگر کوئی عورت اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے اور اسے خوف ہے کہ اگر روز رکھنے کی وجہ سے دودھ کم یا ختم ہوجائے تو ایسی عورت کے لئے روزہ چھوڑنے کی گنجائش ہے، لیکن بعد میں وہ فوت شدہ روزہ رکھے گی۔

اللہ تعالی کے ناموں میں سے ایک نام ’حکیم‘ ہے۔یعنی ایسی ذات جس کے سارے کاموں میں حکمت پائی جاتی ہو۔اس نام کا تقاضہ ہے کہ اس کے تمام حکموں اور فیصلوں میں غایت درجہ کی حکمت پائی جائے۔چنانچہ اللہ تعالی کا کوئی ایسا حکم نہیں ہے جس میں حکمت نہ پائی جاتی ہو۔یہ اور بات ہے کہ اس حکمت کو کبھی لوگ سمجھ جاتے ہیں اور کبھی کوشش کے باوجود نہیں سمجھ پاتے۔لیکن نہ سمجھنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالی کا وہ حکم حکمت سے خالی ہے۔یہی صورت حال روزہ کی ہے۔بے شمار حکمتوں اور فائدوں کے پیش نظر اللہ پاک نے اپنے بندوں پر روزہ کو فرض کیا ہے۔ذیل کے سطور میں ان حکمتوں میں سے چند کو اختصار کے ساتھ قلمبند کیا جاتا ہے:

١- روزہ ایسی عظیم عبادت ہے جس کے ذریعہ بندہ اپنے محبوب اور پسندیدہ اشیا جیسے کھانا، پینا، اور شادی بیاہ کو ترک کرکے اللہ رب العزت کے تقرب کو حاصل کرتا ہے۔بندہ اپنے پسند پر اللہ عزوجل کے پسند کو اور دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے تاکہ اسے رب کی خوشنودی اور جنت جیسی عظیم ترین دولت حاصل ہوجائے۔

٢- روزہ تقوی کے حصول کا سبب ہے، بشرطیکہ کے روزے کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔اللہ تعالی نے فرمایا:’’اے ایمان والو!تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقوی اختیار کرو‘‘۔(البقرہ: ١٨٣)بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ روزہ رکھنے کا مقصد محض کھانا پینا اور نکاح کا ترک کردینا ہے، حالانکہ روزہ کا یہ بہت محدود معنی ہے۔روزہ کا صحیح معنی اللہ تعالی کے اوامر کی بجاآوری اور نواہی سے اجتناب ہے۔اور اسی کا نام تقوی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’جو جھوٹ، اس پر عمل اور جہالت کو (بالخصوص روزے کی حالت میں) ترک نہ کرے۔تو اللہ کو اس کے کھانا پینا ترک کی کوئی حاجت نہیں‘‘(صحیح بخاری)۔’جھوٹ‘ میں تمام حرام کام داخل ہے۔چاہے وہ جھوٹ بولنا ہو، غیبت کرنی ہو یا کسی کو گالی دینی ہو۔جھوٹ پر عمل میں بھی سارے حرام امور شامل ہیں، خاص طور سے ظلم وزیادتی، خیانت وبددیانتی، فریب کاری، چوری وڈاکہ زنی وغیرہ، یہاں تک کہ اس میں گانا بجانا اور کھیل تماشوں کے سارے کام بھی داخل ہیں۔جہالت کے ترک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ دار سچی بات اور اچھا عمل کرے، بیوقوفی اور نادانی سے بچے۔اگر کوئی شخص مذکورہ امور کی رعایت کرتا ہے تو اس کا اثر اس کی شخصیت پر مرتب ہوتا ہے۔اس کے نفس کی کامل تربیت ہوتی ہے۔اس کے اخلاق وکردار میں مثبت تبدیلی آتی ہے۔اور وہ اجر کامل کا حقدار ہوتا ہے۔

٣- روزہ کی وجہ سے مالدار کو اللہ تعالی کی نعمت کا احساس کامل ہوتا ہے۔وہ غور کرتا ہے کہ اللہ تعالی نے من پسند طریقے سے کھانے پینے اور شادی کرنے کو اس کے لئے آسان بنایا ہے جو کہ شرعا اس کے لئے جائز بھی ہیں۔چنانچہ ان نعمتوں کے حصول پر وہ اپنے رب کا شکر بجالاتا ہے۔ساتھ ہی وہ اپنے اس غریب اور نادار بھائی کو یاد کرتا ہے جس کو یہ ساری سہولیات میسر نہیں۔اور اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ صدقات وخیرات کے ذریعہ اپنے غریب بھائی کی خوشی میں اپنا حصہ ادا کرے۔

٤- روزہ ضبط نفس کا کارگر طریقہ ہے۔اور یہ ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ

وہ اپنے نفس پر کنٹرول کرنا سیکھے، تاکہ وہ اپنے کو دنیاوآخرت کی بھلائی میں مصروف رکھ سکے۔انسان کا ضبط اگر آپ پر نہیں ہوتا تو وہ دیکھنے میں تو انسان رہتا ہے مگر اعمال وکردار کے اعتبار سے جانور ہوجاتا ہے۔دنیاوی شہوت ولذت اسے اندھا بنادیتی ہے۔اللہ تعالی کا فضل ہے کہ روزہ کے ذریعہ ہم اپنے اوپر ضبط کرنا سیکھتے ہیں۔روزہ کے اسی فائدہ کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نوجوانوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا جو شادی کی استطاعت نہیں رکھتے۔

۵-روزہ رکھنا طبی نقطہ نظر سے بھی بہت مفید ہے۔ڈاکٹروں کا ماننا ہے کہ ایک خاص مدت تک ہاضمے کو آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔اور ہاضمے کے آرام کا بہتر طریقہ یہ کہ آدمی شب وروز میں کم سے کم خوراک کا استعمال کرے۔اور اس کے لئے روزہ سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا۔عبادت کا عبادت اور علاج کا علاج۔بھوک برداشت کرنے سے جسم میں نقصان پہنچانے والی جو رطوبت اور فضلات ہوتے ہیں وہ سب نکل جاتے ہیں۔جس سے جسم کو سکون اور راحت میسر آتا ہے۔جسم کے اعضا بطور خاص ہاضمہ دوبارہ تندرست وتوانا ہوکر اپنا کام کرنا شروع کردیتا ہے۔

اسی ماہ مبارک میں قرآن جیسی کتاب نازل ہوئی۔جو سراپا رشد وہدایت کا ذریعہ ہے،اللہ تعالی نے فرمایا:﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾[البقرة:۱۸۵]ترجمہ:”ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں،تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے،جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے“۔قدر ومنزلت والی رات (شب قدر) اسی ماہ کے اخیر عشرہ میں ہوا کرتی ہے۔جس کے پانے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ممکن کوشش کرتے،اس کی طاق راتوں کو جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے۔قرآن کریم میں ”لیلۃ القدر“ کے نام سے ایک مکمل سورت موجود ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا:﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (1)وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (2)لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ (3)تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ (4)سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (5)﴾[القدر:۱-۵]ترجمہ:”یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا۔تونے کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟۔شب قدر ایک ہزار

مہینوں سے بہتر ہے۔اس میں (ہر کام) سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرائیل) اترتے ہیں۔یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک (رہتی ہے)“۔اسی ماہ میں جنت کے دروازے کھلتے اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔نیکیاں بڑھادی جاتیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔گناہوں کی معافی اور بہت ساروں کو جہنم سے آزادی ملتی ہے۔

اس لئے ہمیں اس خیر وبرکت کے مہینہ کو غنیمت جان کر کثرت سے عبادت وبندگی میں مصروف رہنا چاہئے۔خاص طور سے سابقہ گناہوں سے توبہ واستغفار کے ساتھ آئندہ گناہ نہ کرنے کا اللہ تعالی سے عہد وپیمان کرنا چاہئے۔اس لئے کہ یہی سب اعمال دنیاوآخرت میں فوز وفلاح کا ذریعہ ہیں۔اللہ تعالی نے فرمایا:﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ ترجمہ:”جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی۔لیکن فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ تعالی کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے“۔[الشعراء:۸۸/۸۹]اور فرمایا:﴿وَمَن يُطِعْ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً﴾ترجمہ:”اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی“۔[الأحزاب:۷۱] اور ارشاد باری تعالی ہے﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ترجمہ:”تم اپنے رب کی موت آنے تک عبادت کرتے رہو“۔[الحجر:۹۹] اور اسی معنی کی آیت کریمہ﴿قُلْ إِنَّ صَلاَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (162)لاَ شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَاْ أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (163)﴾[الأنعام:۱۶۲/۱۶۳]ترجمہ:”آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں“۔

رمضان المبارک میں انجام دیئے جانے والے اعمال میں سے ایک اہم عبادت دعا ومناجات بھی ہے۔ویسے تو مؤمن شخص کو ہر پل اپنے رب سے دعا کرنی چاہئے لیکن رمضان میں اس کی اہمیت کچھ زیادہ ہی ہوجاتی ہے۔اور وہ بھی خاص طور پر رات کے اخیر حصہ میں۔رمضان میں دعا کی اہمیت کا اندازہ سورہ بقرہ کی اس آیت سے بھی ہوتا ہے جو فرضیت روزہ والی آیت کے معا بعد موجود ہے۔اور حدیث میں بھی موجود ہے:(أن الله ينزل الى السماء الدنيا كل ليلة حين يبقى ثلث الليل الآخر فيقول” من يدعوني فأستجيب له من يسألني فأعطيه من يستغفرني فأغفر له“ حتى يطلع الفجر) (مسلم) ترجمہ:اللہ تعالی ہر رات جب ایک تہائی رات بچ جاتی ہے صبح صادق تک سمائے دنیا پر نازل ہوتا ہے اور کہتا ہے:”جو مجھ سے دعا کرے گا میں اس کی دعا قبول کروں گا۔جو مجھ سے مانگے گا میں اسے دوں گا۔جو مجھ سے معافی مانگے گا میں اسے معاف کروں گا“۔

مسلمان بھائیوں کو چاہئے کہ رمضان المبارک میں دعا کا خصوصی اہتمام کریں۔بجائے یہ کہ آپ اپنے قیمتی وقت کو ادھر ادھر کی باتوں میں لگائیں۔اس وقت میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو رمضان المبارک میں خوب خوب عبادت کرنے کی توفیق عطافرمائے۔(آمین)

عیدالفطر سے متعلق چند مسائل

مولانا محمد محبّ اللہ المحمدی

اسلام دین فطرت ہے، اسلامی تعلیمات وارشادات میں انسانوں کی طبائع وجبلت کا پورا پورا لحاظ وخیال رکھا گیا ہے۔ انسانی فطرت وطبیعت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ اسے وقتاً فوقتاً خوشی، مسرت اور فرحت وبہجت کا موقع فراہم کیا جائے۔ انسان کی اس فطری راحت وانبساط اور مسرت کے اظہار کے لیے اسلام نے ''عید الفطر'' اور ''عید الاضحیٰ'' کے دن مخصوص اور مقرر فرمائے۔ جیسا کہ خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ اہل مدینہ سال میں خوشی کے دو دن (نیروز اور مہرجان) مناتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے بدلے میں تمھیں دو بہتر دن عید الاضحیٰ اور عید الفطر عطا فرمائے ہیں۔(سنن ابوداؤد)

عیدالفطر کا مقصد: عیدالفطر کا مقصد رب العالمین کے انعامات واحسانات کا شکر ادا کرنا اور انتہائی عجز وانکساری کے ساتھ اپنی بے بضاعتی، کم مائیگی اور کوتاہ عملی کا اعتراف کرنا ہے، یوم عید مسلمانوں کا عالمی اجتماع ہے، اس اجتماع میں بہت سارے دینی و دنیاوی مصالح ہیں۔ یوم عید عبادت اور شکر کا دن ہے، خوشی ومسرت کا دن ہے عید میں نماز، اللہ کا ذکر اور دعاء ومناجات ہے، عید میں لوگوں کو وعظ نصیحت کی جاتی ہے۔ زندگی گزارنے کے اصول وضابطے بتائے جاتے ہیں، کدورتیں مٹتی ہیں، نفرتیں ختم ہوتی ہیں۔ امن وشانتی، یکجہتی اور ملک ووطن کی ترقی سلامتی کے لئے دعائیں کی جاتی ہیں۔ افراد اور مجتمع کی اصلاح کے لئے کوشش کرنے کی تلقین کی جاتی ہے، قرآن وسنت پر اور صحیح دین پر استقامت وثبات قدمی کی وصیت کی جاتی ہے، مسلمانوں کے درمیان ربط وتعلق اور صلہ رحمی کا ایک حسین منظر ہوتا ہے، تحفہ وہدایا گفٹ کرنے اور محبت واخوت میں اضافے کا بہترین موقع ملتا ہے ایک دوسرے سے ملاقاتیں ہوتیں ہیں، گلے ملتے ہیں معانقہ کرتے ہیں، اور محبت کی فضا قائم ہوتی ہے۔ لوگ خوش ہوتے ہیں، غم وہم ٹینشن وڈپریشن ختم ہوجاتا ہے۔ اور امن وعافیت کی ہوا چلنےلگتی ہے۔

عید کس کے لئے، حقیقت میں عید کی خوشیوں کے مستحق کون؟۔شاعر نے بڑی وضاحت سے بیان کردیا ہے۔

لَيْسَ الْعِيدُ لِمَنْ لَبِسَ الْجَدِيدَ
إِنَّمَا الْعِيدُ لِمَنْ خَافَ الْوَعِيدَ

عید اس کی نہیں جس نے نئے کپڑے پہن لیے، بلکہ عید تو اس کی ہے جو عذاب سے ڈر گیا (اور اسے امن مل گیا)

لَيْسَ الْعِيدُ لِمَنْ تبخر بِالْعُودِ
إِنَّمَا الْعِيد لِلتَّائِبِ الَّذِي لَا يَعُود

عید اس کی نہیں جو عود و بخور اور مختلف عطروں سے خوشبو حاصل کرلے بلکہ عید تو اس کی ہے جو ایسی توبہ کرے کہ پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے۔

لَيْسَ الْعِيدُ لِمَنْ زَيَّنَ بِزِينَةِ الدُّنيَا
إِنَّمَا الْعِيدُ لِمَنْ تَزَوَّدَ بِزَادِ التَّقوىٰ.

''عید اس کی نہیں جو آرائشِ دنیا سے مزین ہو بلکہ عید تو اس کی ہے جو تقوی کو زادِ آخرت بنالے۔''

لَيْسَ الْعِيد لِمَنْ رَكِبَ الْمَطَايَا
إِنَّمَا الْعِيد لِمَنْ تَرَكَ الْخَطَايَا

''عید اس کی نہیں جو قیمتی سواریوں پر سوار ہو بلکہ عید تو اس کی ہے جس نے گناہوں کو ترک کردیا۔''

لَيْسَ الْعِيد لِمَنْ بَسَطَ البَسَاطَ
إِنَّمَا الْعِيد لِمَنْ جَاوَزَ الصِّرَاطَ

'عید اس کی نہیں جو عید ملن پارٹیوں کے دسترخوان بچھائے بلکہ عید تو اس کی ہے جو پل صراط سے سلامتی کے ساتھ گزر گیا۔

محترم قارئین۔ یہ ہے عید کی حقیقت، اب سوچنے اور غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کے انعامات اور بخششوں سے کس کس نے فائدہ اٹھایا، رب رحیم وکریم کی برکتوں اور رحمتوں سے کتنوں نے جھولیاں بھریں، اپنے گناہوں خطاؤں کی معافی کیلئے کتنے سر بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوئے، کتنے لوگوں نے دوسرے کے حقوق واپس کئے، کتنے گناہ نہ کرنے کا عہد وپیمان لیا، کتنوں نے غریبوں ضعیفوں پر ظلم وستم نہ کرنے کا وعدہ کیا، کتنوں نے اپنی اور دوسروں کی مغفرت کیلئے ہاتھ اٹھایا، کتنوں کو دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ سے نجات پانے کی خوشخبری ملی، اور جنت میں داخلہ کا مژدہ ملا۔

پیاسا سمندر کے قریب پہنچ جائے اور خشک ہونٹوں کو تر بھی نہ کر پائے تو یہ حرماں نصیبی ہے بدقسمتی ہے، رمضان آیا اور چلا گیا لیکن غافل لوگوں نے اپنے آپ کو نہیں

بدلا، وہی چال پرانی وہی رویہ قدیم وہی ادا، پھر ایسے ہی لوگوں کو دیکھئے عید کی خوشی میں پیش پیش ہیں، زیادہ شان وشوکت، نہایت ہی طمطراق ذوق وشوق اور لگن سے یہی لوگ عید منارہے ہیں جنھوں نے رمضان کو آتے دیکھا مگر اس سے کوئی نفع نہ اٹھایا اور احکام الٰہی سے صاف وصریح روگردانی کی۔

عید دراصل اعمال صالحہ وخصال طیبہ کی طرف رجوع کرنے اور گناہوں و پاپوں سے ہمیشہ کیلئے تائب ہونے کا نام عید ہے، برائیوں سے توبہ کرنے، جرائم کی مغفرت چاھنے اور آئندہ نیک رہنے کا عہد کرنے والے ہی عید کی حقیقی مسرتوں اور خوشیوں سے لذت اندوز ہوسکتے ہیں۔

صلاۃ عید کا حکم:

نماز عید فرض عین ہے صحیح قول کے مطابق جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ، علامہ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی، شیخ ابن عثیمین رحمھم اللہ، اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ علامہ ناصرالدین البانی رحمہ اللہ کا بھی اسی طرف میلان ہے اور اسے ہی انہوں نے حق قرار دیا ہے اور نواب صدیق حسن خان اور امام

شوکانی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے واللہ اعلم۔ (دیکھئے تفصیل کے لئے صحیح فقہ السنہ 598 تا 599 الصیام فی الاسلام فی ضوء الکتاب والسنۃ 620 تا 623۔ تمام المنۃ (ص:۳۴۴) الروضۃ الندیۃ (۱/۲۴))

آداب عید: عیدگاہ غسل کرکے اور نئے کپڑے پہن کر جانا مستحب ہے، یہ صحابہ کرامؓ کے افعال سے ثابت ہے۔

مستحب ہے کہ اچھے سے طہارت حاصل کرے اور مسواک وغیرہ کرکے خوبصورت اور نظیف ہوکر عیدگاہ کیلئے نکلے۔

عیدالفطر کو عیدگاہ جانے سے قبل کچھ کھالینا (کھجور وغیرہ) سنت ہے۔ اسکی حکمت یہ ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ عید کے دن بھی روزہ ہے، جیسا کہ بعض عوام ایسا کرتے ہیں عیدگاہ جانے سے قبل کچھ نہیں کھاتے ہیں اور صلاۃ عید ادا کرنے کے بعد ہی کچھ کھاتے پیتے ہیں کہ آدھا روزہ ہوگیا۔ اس غلط فہمی کو دور کیا جانا چاھئے، اسلام میں آدھا روزہ نہیں ہے بلکہ عید کے دن روزہ حرام ہے۔ نماز عید سورج نکلنے سے تھوڑی دیر بعد ادا کرنی چاہیے، زیادہ دیر نہیں لگانی چاھئے۔

مقتدی کے لیے مستحب ہے کہ نماز فجر کے فوراً بعد عیدگاہ چلا جائے تاکہ پہلی صف میں جگہ ملے امام سے قریب ہوکر نماز پڑھے اور انتظار صلاۃ وقربت امام کا ثواب حاصل کرے۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا نماز فجر کے بعد فوراً عیدگاہ جانے کی سنیت (یعنی سنت ہونے پر) پر متعدد دلائل ہیں۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورج نکلنے کے فوراً بعد نکلتے تھے عیدگاہ کیلئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاتے تھے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پہلے سے ہی موجود ہیں۔ اسی طرح جلدی سے عیدگاہ چلا جانا گویا خیر و بھلائی کے کام میں سبقت حاصل کرنا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ سنت تو یہی ہے کہ امام اتنا پہلے نکلے کہ جائے نماز تک پہنچ جائے اور نماز کا وقت بالکل ہوجائے۔

عید کی نماز کھلے میدان میں ادا کرنی چاھئے۔ عیدگاہ جاتے ہوئے راستہ میں بلند آواز سے مرد حضرات کو تکبیرات کہنا چاہیے۔

عید کی نماز پڑھنے کیلئے پیدل جانا مستحب ہے۔

عورتوں کیلئے بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ بھی عید کیلئے جایا کریں (باپردہ ہوکر خوشبو وغیرہ کا استعمال نہ کریں) حتی کہ جو عورتیں ایام مخصوصہ میں مبتلا ہوں وہ بھی جائیں مگر وہ نماز نہ پڑھیں صرف دعا میں شریک ہوں۔

صلاۃ عید کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں مسنون ہیں۔

نماز عید کے بعد خطبہ سننا سنت ہے۔

جس راستہ سے عید کے لئے جائے اسی راستہ سے واپس نہیں لوٹنا چاھئے، راستہ بدلنا سنت ہے، راستہ بدلنے کی بہت ساری حکمتیں علماء نے بیان کی ہیں سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء واتباع ہے۔

دوسری حکمتیں بھی ہیں مثلا دونوں راستوں میں شعائر اسلام کا اظہار ہوں، تاکہ اللہ کے ذکر کا اظہار ہو دونوں راستوں کے باشندوں میں مسرت اور خوشیوں کی فضا قائم ہو اور دونوں راستے کے لوگ مستفید ہوں علماء سے فتویٰ پوچھیں رہنمائی حاصل کریں، صدقہ کریں اور ایک دوسرے کو سلام وکلام ومعانقہ کریں۔ (دیکھئے تفصیل کے لئے۔ صحیح فقہ السنۃ وادلتہ وتوضیح مذاہب الائمۃ 601 تا 608۔ الصیام فی الاسلام فی ضوء الکتاب والسنۃ 650 تا 660)

عید کے بعض منکرات: عید کے دن بہت سارے نوجوان مرد وخواتین منکرات اور برے اخلاق وکردار کا مظاہرہ کرتے ہیں خوشی کے دن میں رب کو ناراض کرتے ہیں جس رب نے خوشی کا دن ہمیں میسر کیا ہے ہم اسے ہی ناراض کرتے ہیں۔ ذرا سوچئے۔ بہت سارے لوگ عید کی تیاری کرتے ہیں داڑھیاں کاٹ ڈالتے ہیں، کفار ومشرکین کے اسٹائل اپناتے ہیں عید کی خوشیاں منانے کے لئے، اپنے کپڑے پائجامے وغیرہ ٹخنوں کے نیچے تک لٹکاتے ہیں۔ عید کے دن گانا باجا موسیقی وغیرہ خوب سنتے ہیں۔ اسراف وفضول خرچی حد درجہ کرتے ہیں۔ اختلاط مردوزن ہوتا ہے، خاص کر عید کے روز پارکوں ہوٹلوں اور ڈھابوں میں جاکر خلافِ شریعت کام کرتے ہیں۔

☆☆☆

ترجمہ وتلخیص: مولانا عزیز احمد مدنی
استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، نئی دہلی

تحریر: ڈاکٹر عبداللطیف بن عبدالعزیز آل الشیخ

عورت کا کاروبار اور کمائی کرنا

تین سال سے پیشتر ہم نے ایک مقالہ بالخصوص عورت کی کمائی سے متعلق بعنوان ''الاسلام یحض علی العمل والکسب الحلال، ولا فرق بین المرأۃ والرجل'' تحریر کیا تھا۔یعنی اسلام نے کسب حلال اور کمائی کرنے کی ترغیب دی ہے جس میں مرد وعورت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔اس تحریر کو یہاں کچھ اضافہ کے ساتھ درج اور شامل کرتے ہیں۔

عہد نبوت سے جبکہ وحی کا نزول ہورہا تھا۔سیویلین سوسائٹی میں عورت کا وجود اوراس کے نشاطات رہے ہیں،اور سوسائٹی کی تعمیر وترقی اور سدھار میں اس کا حصہ اور کردار رہا ہے۔جسے شریعت مطہرہ نے ثابت وبرقرار رکھا۔عورتیں مردوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت میں شریک رہیں،اس نے ہجرت کی،جہاد میں شرکت کی،تجارت کیا،کسب وعمل اور کمائی کی،طبابت کیا،تیمارداری کی،صناعت وزراعت کا پیشہ بھی اختیار کیا،خاوند اور اولاد پر توجہ وعنایت کے ساتھ فیملی وخاندان کی سرپرستی کی ذمہ داری بھی نبھائی،صناعی،اقتصادی،ادبی،فکری اور علمی میدان میں ترقی کے پیچھے صدر اسلام میں عورت کا بڑا کردار اور بلند مقام رہا ہے۔چنانچہ پہلی اسلامی تاریخ کے مراحل میں ہزاروں نابغہ خواتین نے مختلف علوم وفنون اور علم ومعرفت کے میدان میں اپنا تفوق اور برتری رقم کی ہے اوراپنے علوم وفنون کا مظاہرہ کیا ہے۔

اگر ہم حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب ''الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ'' کی ورق گردانی کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ انھوں نے ایک ہزار پانچ سو سے زائد خواتین کا نام اپنی کتاب میں مدون کیا ہے۔ان میں سے بہت سی خواتین حدیث اور فقہ کی ماہر تھیں،ان کے علاوہ بہت سی دیگر امتیاز اور مہارت رکھتی تھیں،اسی طرح امام نووی رحمہ اللہ نے ''تہذیب الأسماء واللغات'' اور امام سخاوی رحمہ اللہ نے ''الضوء اللامع لأہل القرن التاسع'' اور دیگر نے طبقات وتراجم پر مشتمل کتابیں تالیف کی ہیں اوران میں خواتین کا خوب تذکرہ کیا ہے۔

عورت کا کاروبار کرنا مباح اور جائز عمل ہے۔الا یہ کہ وہ عمل بذات خود حرام ومحرم ہو یا مکان عمل محرم ہو،ایسا اختلاط جو کسی فتنہ یا شک وشبہ کا موجب نہ ہو تو خاتون کے لئے یہ عمل مانع نہیں ہے۔

اسلام نے انسان کو خواہ مرد ہو یا عورت ہر ایک کی یکساں تکریم کی ہے۔جو کرامت اور عزت مرد کو عطا کی ہے عورت کو بھی عطا کیا ہے۔عورت کو اپنے مال میں مشروع طریقہ پر تصرف کی کامل آزادی دی ہے۔جس طرح کہ مرد کو یہ حق حاصل ہے۔بشرطیکہ وہ (راشدہ ہو) باشعور ہو اور اپنے نفع ونقصان کی معرفت رکھتی ہو،اسی طرح اپنے رجحان ومیلان کے مطابق کسی کام،کاروبار اور پیشہ اختیار کرنے کا حق رکھتا ہے اس میں کسی نص شرعی سے مخالفت ثابت نہیں۔

اسی طرح شارع نے عورت کو نکاح کا پیغام قبول کرنے اوراسے رفض اور ختم کرنے کا حق بھی دیا ہے۔نیز عقد نکاح کے فسخ ورد کے مطالبہ کا حق بھی حاصل ہے جبکہ عقد نکاح کا مقصود اسے حاصل نہ ہو۔یا وہ اپنے خاوند کو کسی بھی سبب سے ناپسند کرے۔اسی طرح باری تعالیٰ نے خاتون کو عضل کرنے اوراس کے حقوق میں سے کسی بھی حق سے روکنے اور منع کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔الا یہ کہ کوئی شرعی وجہ جواز ظاہر ہو۔ان تمام حقوق اور واجبات میں خواتین مردوں کے مثل ومانند ہیں۔اوراگر بعض احکام تکلیفیہ یا واجبات میں مردوزن کے مابین کچھ فروق ہیں تو یہ ان کے ان خصوصیات اور امتیازات کی بنا پر ہیں جن کے بموجب مرد کو عورتوں پر اور عورتوں کو مردوں پر حاصل ہے۔یہ نقص وعیب کا باعث نہیں اور نہ ہی اس خاتون کے حقوق سلب کرنے کا موجب وسبب ہے۔جس کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے مردوں کی طرح صرف اپنی عبادت اور روئے زمین کو آباد کرنے کے لئے فرمائی ہے۔

عورتوں کے کاروبار اوران کے کسب حلال کی کوشش کا معاملہ لوگوں کے ذہن ودماغ پر چھایا ہوا ہے۔وطن عزیز کے بیشتر افراد خواہ وہ علماء ہوں یا سیاست داں،محرر وانشاء پرداز ہوں یا عوام الناس سب کا ایک مشغلہ اور موضوع بحث بن گیا ہے۔یہ ایسا موضوع اور معاملہ ہے جس کے اہتمام ودلچسپی کے لئے شرع مطہر ہمارے لئے کافی ہے۔اس کے لئے اس نے مناسب قواعد وضوابط بنادیئے ہیں،جس نے اسے اپنایا اوراس کے طریقے پر چلا اس کے لئے دنیا میں سعادت وطمانینت اور آخرت میں فوز وکامرانی اور نجات کی ضمانت لی ہے۔

عورت کے عمل اور اس کے کاروبار میں سے ایک مسئلہ جو محل ردوقدح بنا ہوا ہے،وہ عورت کا تجارتی سنٹرس میں جہاں روزانہ ہزاروں مردوزن کی آمدورفت ہوتی ہے۔ان کمرشیل تجارتی اداروں میں اکاؤنٹ (Cashier) کا کام کرنا ہے۔عورت کے اس پیشہ سے ارتزاق (کمائی کرنا) اور عورت کے عمل کے مراد کو نا سمجھنے سے اس مسئلہ کو لے کر کافی ہنگامہ برپا ہے۔اس مسئلہ میں کافی غور وخوض کے بعد میں نے استخارہ کیا اوراس نتیجہ پر پہنچا اور مناسب سمجھا کہ علمی امانت اور قیام واجب سے بری الذمہ ہونے کے لئے ایک بحث لکھی جائے جس میں اس مسئلہ سے

متعلق تمام وجوہ اور اس کے شرعی حکم سے متعلق بحث وگفتگو کی جائے جس سے شبہات والتباس کا ازالہ ہو سکے اور شک وشبہ سے پردہ اٹھ جائے، نیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شرعی دلائل کی روشنی میں مطلوب واضح ہو جائے۔

بحث وتحقیق کے دوران میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ عورت کا بحیثیت کیشیر کام کرنا ان کمرشیل اور تجارتی اداروں میں جہاں خرید وفروخت کرنے والوں کا ازدہام ہوتا ہے۔ یہ وظیفہ اور عمل بھی دیگر نشاطات اور اعمال کی طرح ایک عمل اور نشاط ہے جس کے لئے شریعت اسلامیہ نے حل نکالا ہے۔ اس کے ضوابط مقرر کئے ہیں، بعض اغراض اور احوال کے لئے شروط متعین کئے ہیں۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ نے ہر چیز میں اصل اباحت قرار دیا ہے۔ الا یہ کہ کتاب وسنت سے اس بابت کوئی نص وارد ہو یا اس کی حرمت پر امت کا اجماع ہو۔ شریعت مطہرہ میں آسانی ہے۔ وہ کسی کو مشقت اور حرج میں مبتلا نہیں کرتی، بلکہ دافع مشقت اور رافع حرج ہے۔ نیز احکام شریعت میں بندوں کے مصالح کی رعایت ہے اور اس کا اعتبار کرتے ہوئے احکام مشروع قرار دیئے گئے ہیں۔ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **حیثما کانت المصلحة فثم شرع الله** یعنی جہاں کہیں مصلحت پائی جائے گی وہاں اس مصلحت کو شرعی قانون کا درجہ حاصل ہوگا۔

ام المومنین خدیجہ بنت خویلدؓ ایک مثالی خاتون جنہوں نے اپنی دولت وثروت اور حکمت سے اسلام کو مضبوط اور پختہ کیا:

شریعت اسلامیہ میں خواتین کے لئے تجارت یا اس کے سوا دیگر پاکیزہ کام اور عمل کی انجام دہی سے متعلق کوئی ممانعت وارد نہیں، صحیح اور حق بات یہ ہے کہ خواتین صدر اسلام میں باوقار انداز میں اپنی زینت کی حفاظت اور اس کا تحفظ کرتے ہوئے خرید وفروخت کا عمل انجام دیتی تھیں۔ عہد رسالت میں جبکہ نزول وحی کا زمانہ تھا، خاتون ہر طرح کے مشروع پیشہ اور صنعت وحرفت کو اختیار کرتی تھیں تجارت، طبابت، تعلیم وصناعت وغیرہ جیسے اعمال انجام دیا کرتی تھیں، بلکہ بوقت ضرورت فوجی وعسکری مہام میں بھی شریک ہوا کرتی تھیں، عہد رسالت میں خواتین اپنی فطری زندگی سے پرے حاشیہ پر لگائی ہوئی، بے کار اور اپنے حقوق سے محروم نہ تھیں، یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ زمانہ قریب میں شہر ریاض اور ''مکہ مکرمہ'' کی مشہور مارکیٹ ''مقیبرہ'' اور ''سوق المدعی'' وغیرہ دیگر شہروں کی مارکیٹ میں خواتین مختلف سامانوں کا وسیع پیمانے پر خرید وفروخت کرتی رہی ہیں جس پر حکومت نیز معتبر علماء میں سے کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں کی۔ بلکہ ان کے لئے کچھ اماکن مہیا کر دیئے گئے ہیں جہاں وہ بآسانی اپنا کام بخوبی انجام دے سکیں۔ یہ خواتین کسب حلال کے لئے کام کرنے اور تجارت کے پیشہ میں مواقع کی فراہمی میں مردوں کے ساتھ یکسانیت رکھتی ہیں۔

تکالیف شرعیہ اور اوامر ونواہی کے شرعی خطاب میں مرد وزن دونوں بالکل یکساں وبرابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقُلِ اعْمَلُواْ فَسَيَرَى اللّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُون (التوبہ:۱۰۵) اور کہہ دیجئے کہ تم عمل کئے جاؤ، تمہارا عمل خود اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اور اس کا رسول اور ایمان والے بھی عنقریب دیکھ لیں گے۔

نیز فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيماً (النساء:۲۹) اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ، مگر یہ کہ خرید وفروخت تمہاری آپس کی رضا مندی سے ہو اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَوْفُواْ بِالْعُقُودِ (المائدہ:۱) اے ایمان والو! عہد وپیمان پورے کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِّلرِّجَالِ نَصيِبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاء نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيباً مَّفْرُوضاً (النساء:۷) ''ماں باپ اور خویش واقارب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ ہے اور عورتوں کا بھی (جو مال ماں باپ اور خویش واقارب چھوڑ کر مریں) خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ اس میں حصہ مقرر کیا ہوا ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاسْتَشْهِدُواْ شَهِيدَيْنِ من رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاء أَن تَضِلَّ إْحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى وَلاَ يَأْبَ الشُّهَدَاء إِذَا مَا دُعُواْ وَلاَ تَسْأَمُوْاْ أَن تَكْتُبُوْهُ صَغِيراً أَو كَبِيراً إِلَى أَجَلِهِ ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللّهِ وَأَقْومُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى أَلاَّ تَرْتَابُواْ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلاَّ تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوْاْ إِذَا تَبَايَعْتُمْ (البقرہ:۲۸۲) ''اور اپنے میں سے دو مرد کو گواہ رکھ لو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کر لو، تاکہ ایک کی بھول چوک کو دوسری یاد دلا دے، اور گواہوں کو چاہیے کہ جب وہ بلائے جائیں تو انکار نہ کریں، اور قرض کو جس کی مدت مقرر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، ضبط تحریر میں کاہلی نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت انصاف والی ہے۔ اور گواہی کو بھی درست رکھنے والی اور شک وشبہ سے بھی زیادہ بچانے والی ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ معاملہ نقد تجارت کی شکل میں ہو جو آپس میں تم لین دین کر رہے ہو تو تم پر اس کے تحریر نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں، خرید وفروخت کے وقت بھی گواہ مقرر کر لیا کرو۔''

امام بخاریؒ نے (۲۰۷۹) اور امام مسلم نے (۱۰۳۲) حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے حدیث کی روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں باہم سودا کرنے والوں کو (بائع اور مشتری) جب تک جدا نہ ہو جائیں، اختیار ہے (یعنی مجلس بیع میں رہتے ہوئے بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے) اگر دونوں نے صدق وراست بازی

سے کام لیا تو ان کے سودے میں برکت ہوگی، اور اگر عیب پوشی کی، کذب بیانی سے کام لیا تو ان کے سودے سے برکت اٹھ جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: جیسا کہ سنن ترمذی (۱۱۳) کی روایت ہے امام البانیؒ نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو صحیح قرار دیا ہے۔ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عورتیں مردوں کے مانند اور ان کے مثل ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ندامت کے سبب اپنا سودا ختم کر دیا، بروز قیامت اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف فرمائے گا۔ صحیح ابن حبان (۵۰۲۹) (یعنی کسی شخص نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی، وہ (مشتری) خرید پر نادم ہوا۔ یعنی ضرورت نہ رہی، یا قیمت مہیا نہ ہو سکی تو مشتری نے سامان بائع کو لوٹا دیا اور بائع نے اسے قبول کر لیا تو اس کی یہ جزاء ہے۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''**المسلمون علی شروطهم الا شرطا حرم حلالاو احل حراما**'' یعنی مسلمانوں کا معاملہ آپسی شرط پر ہے۔ البتہ اگر یہ شرط ایسی ہو جس میں کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال قرار دیا گیا ہو، تو ایسی شرط غیر معتبر اور غیر صحیح ہوگی۔ امام ترمذی نے اس حدیث (۱۳۵۲) کی روایت کی ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔

کتاب وسنت کے یہ تمام نصوص مرد و زن دونوں کو شامل اور ہر ایک کو محیط ہیں، ان نصوص میں جن میں سیدھے راستے اور طریقے کی وضاحت ہے ان میں کسی کو بھی اس خطاب اور توجیہ میں مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے۔

عورت کی حفاظت، ذلت وخواری اور حقارت سے اس کی صیانت، بیمار دل، بہکی عقل اور فسادی و جابر و ظالم لوگوں کا خوشگوار لقمہ بننے سے بچانے کے لئے شریعت نے اس کا بڑا خیال اور اس کی خوب رعایت کی ہے۔ نیز شریعت اسلامیہ عمل، کاروبار اور کسب حلال کی ترغیب دیتی ہے۔ مرد عورت میں سے کسی کو اس سے منع نہیں کرتی۔ مرد و زن سب اس میں یکساں ہیں، البتہ شریعت نے لوگوں کو آزاد نہیں چھوڑا ہے، بلکہ ایسے حدود، ضوابط اور قوانین وضع کر دیا ہے کہ اس کا التزام کرنے والے کو (محظور) غلطی میں واقع و مبتلا ہونے سے حفاظت کی ضمانت دیتی ہے۔

اسی طرح یہ شریعت شامل وکامل ہے۔ مرد و زن کے جملہ احوال کا حکم اس میں بیان ہوا ہے۔ یہ بیان یا تو اسلامی قانون کے اصل مصادر کتاب وسنت، اجماع امت اور قیاس کے ذریعہ یا مصادر تشریع کے باقی اصول جیسے مصالح مرسلہ، استحسان کے ذریعہ یہ حکم بیان ہوا ہے۔ شریعت نے معالم (نشان راہ) وضع کئے ہیں اور اس کی ایسی وضاحت کر دی ہے جو ایک مضبوط احاطہ و چہار دیواری کے مانند ہے عورت کی کرامت کی صیانت ہوتی ہے۔ اور کسی منحرف شہوانی شخص کی سواری بننے یا خبیث شخص کی جست و چھلانگ (جو عورت کی عفت وعصمت کو داغدار کرتی ہے) سے بچاتی ہے، اور معاشرے کو فساد و تباہی کے دہانے سے بچاتی ہے۔

عورت کا کاروبار کرنا مباح عمل ہے، الا یہ کہ وہ عمل محرم اور حرام ہو، یا مکان عمل محرم ہو، رہا ایسا عمل جو مخلوط، خلط ملط ہو، یہ اختلاط شبہات وعوارض سے بری اور پاک وصاف ہو، تہمت والزام تراشی کی گنجائش نہ ہو، وقوع فساد کا امکان نہ ہو۔ مثال کے طور پر ایک خاتون کسی بڑی مارکیٹ میں محاسبہ (کیئسیر) کا کام کرتی ہو، جہاں کثیر تعداد میں لوگوں کا ورود ہوتا ہے۔ یہ مارکیٹ ذاتی نگرانی کے ساتھ کیمروں کی نگرانی، حکومت کی طرف سے مقرر ومتعین اداروں کی نگرانی ونگہبانی جیسے احتسابی کمیٹی، وزارت برائے عدل وغیرہ جیسے سسٹم ونظام کے تحت چلتے ہیں، اسی طرح یہ مارکیٹ اپنی شہرت، رتبہ اور پوزیشن وترقی کا حریص بھی ہوا کرتی ہیں۔ ان میں مباح چیزیں ہی فروخت ہوتی ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ایسے خواتین جو محاسبہ (کیشیر) کے وظیفہ پر کام کرتی ہیں ان پر ذیل کے شرعی احکام لاگو ہوں گے۔

پہلی حالت یا صورت: عورت کام (کاروبار) کے لئے مجبور ہو، کسب رزق کے لئے، اپنی ضروریات کی تکمیل یا اپنے والدین، اپنے بچوں اور اپنی فیملی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اور اس کے پاس دوسرا بہتر ذریعہ یا بدل جس سے اس کی ضرورت کی تکمیل ہو سکے، نہ ہو، اور وہ شرعی ضوابط کا التزام کر سکے۔ یعنی

۱۔ ولی امر کی اجازت ہو، یا بیوی کو اس کے شوہر کی جانب سے اجازت ہو۔

۲۔ جس کام کی خاطر وہ نکل رہی ہے حرام نہ ہو (غیر محرم ہو) اختلاط نہ ہو، شکوک وشبہات نہ ہوں، تنہائی وخلوت نہ ہو، کیونکہ یہ حرام ہے۔

۳۔ یہ خروج کام کے لئے ہو، اور رزق حلال کی تلاش وطلب کے لئے ہو۔

۴۔ کام سوسائٹی کی حاجت کے لئے ہو۔

امام ابن القیمؒ اپنی کتاب ''الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ (۲/۶۵) میں لکھتے ہیں۔ **والافالمقصود ان الناس اذا احتاجوا الی ارباب الصناعات کالفلاحین وغیرهم أجبروا علی ذلک بأجرة المثل.** اس کا مفہوم یہ ہے کہ ولی امر کے لئے جائز ہے کہ ارباب حرفت وصناعت جب عمل سے منع کریں تو انھیں اجر مثل دے کر کام کے لئے آمادہ کریں۔ جبکہ لوگوں کو ان کے اعمال اور صنعت وحرفت کی حاجت ہو۔

۵۔ کام کے لئے نکلنے میں خاوند اور اولاد کا حق ضائع نہ ہو۔

۶۔ عورت شرعی حجاب کا التزام کرے، زینت کا اظہار نہ کرے، خوشبو نہ لگائے، اپنے جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ کرے جس سے آدمی فریفتہ ہو جائے۔ یا فتنہ میں مبتلا ہو جائے، چال ڈھال میں توازن برقرار رکھے، بات چیت میں گفتگو میں نرمی و لچک نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً (الاحزاب:۵۹)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکالیا کریں اس سے ان کی شناخت بآسانی ہوجایا کرے گی پھر وہ ستائی نہ جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

صحیح مسلم (۴۴۴) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی عورت (بخور) خوشبو یا خوشبو دار چیز کا استعمال کرے، تو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی صلاۃ میں حاضر نہ ہو۔

۷۔تہمت وطعن کی جگہوں اور برے لوگوں کی صحبت سے دور رہے، صداقت و امانت کا خیال والتزام کرے۔

۸۔مراقبت الٰہی کا پاس وخیال رکھے اور ظاہر وباطن میں اس کا خوف طاری رہے۔

ایسے خاتون کے لئے اس عمل کی پریکٹس جائز ہے اس پر کوئی قابل ملامت بات نہیں۔ان شاءاللہ۔رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل اور ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ''یسرا ولاتعسرا'' یعنی آسانی کرو سختی نہ کرو' عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا: ''**لا ضــــرر ولا ضــرار** '' یعنی نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ ضرر پہنچاؤ، اور اصولی قاعدہ ہے: **مــاجــاز بعذر بـطـل بزواله** '' یعنی جو چیز کسی عذر کے سبب جائز ہوتی ہے وہ زوال عذر کے بعد پھر اپنے بطلان وعدم جواز پر عود کر آتی ہے۔ اسی طرح ایک قاعدہ یہ بھی ہے۔''الضرورات تبیح المحظورات'' یعنی حاجت وضرورت پر ممنوع اشیاء (محظورات) مباح ہوجاتی ہیں۔

دوسری حالت یا صورت:

جب خاتون مذکورہ بالا شرعی ضوابط کا التزام کرتی ہو، اور اس عمل کے سوا کوئی اور کام نہ پائے، اور اس کے پاس ایسی وسعت اور گنجائش ہے جو اسے کام سے بے نیاز کردے اور اس کی ضرورت کے لئے کفایت کر جائے، تو ایسی صورت میں کام کے لئے اس خاتون کا نکلنا کراہت کے درجہ میں آتا ہے۔اور جو شخص اللہ کی خاطر کسی چیز کو ترک کر دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے اس کا بہتر عوض عطا فرماتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجاً وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ** (الطلاق:۲۔۳) ''جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر بندے نے اللہ کی خاطر کسی چیز کو ترک کردیا تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر نواز دیتا ہے جسے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔اس اثر کی روایت ابن مبارکؒ نے اپنی کتاب ''الزہد'' ص ۱۰ میں کی ہے۔

ابوقتادہ اور ابو دہماء سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم بادیہ نشین میں سے ایک شخص کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی ہے؟ تو اس نے کہا: ہاں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے ''**انک لن تدع شيئا لله الا بدلک الله به ما هو خير لک منه** '' یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے لئے کسی چیز کو چھوڑ دیتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس سے بہتر بدل عطا فرماتا ہے۔ امام وکیعؒ نے اپنی کتاب ''الزہد'' (۳۵۶) میں بیان کیا ہے اور وکیع سے مسند احمد (۲۳۰۷۴) میں بھی مروی ہے۔شعیب ارناؤط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

تیسری حالت یا صورت: اگر خاتون اس پیشہ یا ملازمت کی رغبت رکھتی ہے، لیکن شرعی ضوابط اور قیود کا التزام اور اس کے پاس ولحاظ پر قادر نہیں ہے۔ یا عدم التزام سے وہ معروف ہو۔تو ایسے بازار اور تجارتی مراکز میں اس کا کام کرنا حرام ومحرم شمار ہوگا اور جو اس طرح کی نوکری وملازمت کی اسے تفویض کرتا ہے وہ ملازمت دینے والا بھی گنہگار ہوگا۔

خاتون کے لئے سب سے افضل عمل، کام جو اس کی طبیعت ومزاج کے مناسب ہے اس کا اپنے گھر میں مستقر رہنا اور اپنے شوہر، اپنی اولاد کی تربیت وخدمت کرنا ہے۔ گھر سے باہر کا کام اس کی حاجت وضرورت یا اس کی سوسائٹی کی سخت ضرورت پر ہی درست وجائز ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى** (الاحزاب:۳۳) ''اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنے بناؤ سنگار کا اظہار نہ کرو۔''

(یہاں اس آیت میں وضاحت کردی گئی ہے کہ عورت کا دائرہ عمل امور سیاست وجہانبانی نہیں، معاشی جھمیلے بھی نہیں، بلکہ گھر کی چہار دیواری کے اندر رہ کر امور خانہ داری سرانجام دینا ہے) (از مترجم۔احسن البیان ص ۱۱۵۸)

آیت میں اصل مخاطب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں اور دیگر مؤمنات ان کے تابع ہیں۔

صدر اسلام کی پاکیزہ خواتین کے نیک نمونے: صدر اسلام کی پاکیزہ اور نیک نمونوں میں سے امہات المومنین اور دیگر مومنہ خواتین ہیں، سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے اپنی ثروت اور اپنی حکمت سے اسلام کو مضبوطی اور پختگی بخشی، تجارت کے میدان میں عورتوں کے لئے نمونہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ وہ مکہ کے امیر ترین لوگوں میں سے تھیں، وہ تجارت کرتی تھیں، ان کی تجارت ملک شام سے ہوتی تھی، یہاں تک کہ ان کے مال بردار اونٹوں کا قافلہ قریش کے عام مال بردار اونٹوں کے مانند ہوتا، وہ اجرت پر کسی آدمی کو رکھ لیتیں، جو مال خرید کر لاتا اور پھر بیچ دیتا، اور پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا اس کا عوض اسے دے دیتی تھیں، ان کے اونٹوں کے قافلے میں ان کے غلام میسرہ کے ساتھ خیر البشر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی گئے، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کہا: کہ میں آپ کی قوم کے فرد کو جو اجرت دیتی ہوں اس کا دوگنا اجرت آپ کو دوں گی، رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا، اور بصریٰ کے بازار کے لئے نکل گئے اور اس سامان کو فروخت کیا جسے آپ لے کر گئے تھے۔ اور دوسرے سامان خریدے، خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس میں دو گنا فائدہ ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو گنا اجرت جو مقرر کیا تھا حسب قرار دیا۔

طبقات ابن سعد (۳۱۱/۸) میں ''قیلہ ام بنی انمار'' کے ترجمہ میں منقول ہے بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مروہ پہاڑی کے پاس آئے۔ تا کہ وہ عمرہ سے فارغ ہوکر حلال ہوجائیں، میں ایک لاٹھی کے سہارے ٹیک لگاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اور آپ کے پاس بیٹھ گئی۔ عرض کیا: یارسول اللہ! میں ایک خاتون ہوں خرید وفروخت کرتی ہوں، بسا اوقات میں ایک سامان خریدتی ہوں اور جتنا اس میں سے لینا چاہتی ہوں اس سے کم دیتی ہوں، اور بسا اوقات میں سامان فروخت کرتی ہوں تو جتنے میں اسے فروخت کرنا ہوتا ہے اس سے زیادہ قیمت بڑھا کر بتاتی ہوں، پھر قیمت کم کرتی ہوں، یہاں تک کہ جتنے میں فروخت کرنا چاہتی ہوں اسی قیمت پر فروخت کرتی ہوں۔ تو مجھ سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو، بلکہ تم جب کسی چیز کی خرید کرنا چاہو تو جتنے میں تم اسے لینا چاہو وہ رقم (قیمت) دو، چاہے بیچنے والا وہ سامان تمھیں فروخت کرے یا منع کردے، اور جب تم کوئی چیز بیچنا چاہو، تو تم جتنے میں فروخت کرنا چاہو اس کا دام یا قیمت لگاؤ، تمھیں اس کی قیمت دی جائے یا اس کی خرید سے منع کردیا جائے۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۸۱/۴)

شفاء بنت عبداللہ عدویہ نامی ایک خاتون تھیں، ان کا نام لیلیٰ تھا سب سے پہلے بیعت کرنے والی اور ہجرت کرنے والی خواتین میں سے تھیں، ان کا شمار ہوشیار اور عقل مند صحابیات میں سے ہوتا ہے۔ ابن حجرؒ ان کے بارے میں نقل کرتے ہیں: یہ عقل مند خواتین اور فضلاء صحابیات میں افضل ترین خاتون تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لاتے اور دوپہر میں قیلولہ فرماتے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ رائے ومشورہ میں انھیں مقدم رکھتے، ان کی رعایت فرماتے، انھیں فضیلت وبرتری کا مقام دیتے، بسا اوقات مارکیٹ (بازار) کی ذمہ داریاں ان کے سپرد کرتے۔ (التاریخ الکبیر للبخاری: ۴۱۸/۸، سنن ابن ماجہ (۲۲۰۴)

مزید برآں ''شفاء'' جن کا شمار صحابیات رسول میں بہتر خواتین میں سے ہوا کرتا تھا انھوں نے ''سمراء بنت نہیک'' نامی خاتون کو بازار میں احتسابی منصب اور نگرانی پر مامور کر رکھا تھا۔ ابوبلج بیان کرتے ہیں کہ میں نے سمراء بنت نہیک کو دیکھا ہے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا، ان کے ہاتھ میں کوڑا ہوتا، وہ لوگوں کی تادیب کرتی تھیں، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتی تھیں۔ (التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمہ ۸۴۳/۲)

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الاستیعاب ۱۸۶۳/۴) میں جلیل القدر صحابیہ سمراء بنت نہیک اسدیہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور لمبی عمر پائی، یہ بازار میں گذرتیں، معروف کا حکم دیتیں اور منکر سے منع کرتیں اور لوگوں کو اپنے (سوط) کوڑے سے ضرب بھی لگاتیں:

عہد رسالت میں خواتین بیماروں کی دیکھ بھال، دوا علاج اور خدمت کرتی تھیں ان میں سب سے مشہور ربیع بنت معوذ بن عفراء ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بعض غزوات میں زخمیوں کے علاج کے لئے جاتیں، اسی طرح رفیدہ انصاریہ جن کا خیمہ مسجد کے جوار (بغل) میں ہوتا، زخمی صحابہ کرام کا علاج وہ اس خیمہ میں کرتی تھیں، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی بابت ان کے علاج کی حدیث مشہور ومعروف ہے۔

غزوۂ احد کے موقعہ پر جنگ میں ام عمارہ انصاریہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کا عظیم کارنامہ، غزوہ حنین میں ام سلیم رضی اللہ عنہا کا موقف وکارنامہ نیز غزوہ احد میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے کارنامے کتب سیر وتاریخ میں محفوظ ومشہور ہیں۔

ہر نیک اچھے ہم وطن شہری جو اپنے ہم وطن بھائیوں اور بہنوں کے لئے کام کے مواقع فراہم کرنے میں مساہم اور شریک ہوتے ہیں، اور شرعی ضوابط سے منضبط ایسا اسلامی ماحول کو وجود بخشتے ہیں جو گناہوں، خطاؤں اور برائیوں میں ملوث اور مبتلا ہونے سے بچاتے ہیں تو وہ اپنے خلوص نیت کے بموجب باذن اللہ عند اللہ ماجور ہوں گے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مومن سے دنیا کی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کوئی بڑی تکلیف دور فرمادے گا۔ جس نے کسی تنگ دست اور بدحال پر آسانی کی، اللہ تعالیٰ اس پر دنیا وآخرت میں آسانی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ جو ایسے راستے پر چلتا ہے جس میں وہ علم دین تلاش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمادیتا ہے اور جو لوگ بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوکر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور آپس میں اس کی تدریس (سیکھتے یا سکھاتے، بحث وتکرار) کرتے ہیں تو ان پر اللہ کی طرف سے سکینت نازل ہوتی ہے، انھیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان فرشتوں میں فرماتے ہیں جو اس کے پاس ہوتے ہیں اور جس کو اس کے عمل نے پیچھے چھوڑ دیا، اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکے گا'' (صحیح مسلم ۲۶۹۹)

الحمدللہ کتاب تمام ہوئی، اس سے فراغت ماہ محرم ۱۴۳۶ھ کے آغاز میں ہوئی، مولیٰ کریم سے دعا گو ہوں کہ اسے میری جانب سے قبول فرمائے اور اپنی ذات گرامی کے لئے خالص بنائے اور اس کے پڑھنے والے، نگاہ ڈالنے والے کے لئے مفید ونفع بخش بنائے۔ آمین۔ وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

☆☆☆

محمد ثمامہ رحمت اللہ عمری مدنی

وراثت کے بعض اہم اور ضروری مسائل

اسلام دین کامل ہے اور اس کے کامل و مکمل ہونے کی گواہی خود اللہ تبارک وتعالی نے دی ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيناً ﴾[المائدۃ:۳] ترجمہ: ’’آج میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کردیا اور تمہارے لیے دین اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا‘‘۔

اس دین نے اپنے ماننے والوں کو زندگی کے ہر شعبے میں ہدایات دی ہیں، چاہے اس کا تعلق عقیدہ وایمان سے ہو، اقوال واعمال سے ہو، سیاسیات واخلاق سے ہو یا اقتصادیات ومعاشیات سے ہو، حتی کہ اخروی زندگی کی بھی تعلیمات موجود ہیں اور بعد الممات سے متعلقہ امور ومعاملات یعنی میراث (ترکہ) کے متعلق بھی نہایت ہی عادلانہ ومنصفانہ تعلیمات موجود ہیں اور ان تعلیمات کی معرفت کا نام ہی علم الفرائض یا علم المواریث یا پھر علم وراثت ہے۔

کلمہ میراث ورث یرث کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں ’’انتقال شیء من شخص الی شخص آخر‘‘ یعنی کسی چیز کا ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہونا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے﴿وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُود ﴾[النمل ۱۶] اور سورہ مریم میں ہے﴿ یرثنی ویرث من آل یعقوب ﴾ اسی طرح حدیث شریف میں ہے’’العلماء ورثة الانبياء‘‘ یعنی علماء انبیاء کے علم کے وارث ہیں۔

اصطلاح میں علم میراث ایسے قوانین کے مجموعہ کا نام ہے جن کے ذریعے یہ جاننا مقصود ہو کہ میت کا کون وارث بنتا ہے اور کون وارث نہیں ہے اور اگر کوئی وارث بنتا ہے تو میت کی جائیداد سے اس کا کتنا حصہ ہے۔ اسلام کا قانون وراثت۔

اس علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم نے اپنے عمومی اسلوب سے ہٹ کر میراث کے مسائل کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور حدیث وفقہ کی کتابوں میں اس کے لیے مستقل ابواب قائم کیے گئے ہیں اور اس کی اہمیت راسخ کرنے کے لیے ہر دور کے علماء اور مفکرین کے نزدیک یہ معمول رہا کہ کسی طالب علم کو اس وقت تک حدیث کے درس میں نہیں بیٹھنے دیا جاتا تھا جب تک وہ قرآن کریم حفظ اور میراث کے مسائل کو ازبر نہ کرلیتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علم میراث اور ترکہ ایسی چیز ہے جس سے ہر مسلمان کا واسطہ پڑتا ہے اور پھر اس کا تعلق لوگوں کے مالی حقوق کے ساتھ بھی ہے۔ خاندانوں کے اندر اکثر جھگڑے اور لڑائیاں زر اور زمین کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور یہی دو چیزیں وراثت کا موضوع ہے۔ بنابریں حدیثوں کے اندر بھی اسے سیکھنے کی خصوصی توجہ دلائی گئی ہے۔ چنانچہ مستدرک کی معروف حدیث میں ارشاد نبوی ہے: تعلموا الفرائض وعلموها الناس (مستدرک حاکم :۳۳۳/۴) ترجمہ: ’’علم وراثت سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ‘‘۔ دوسری حدیث کے اندر اس کو نصف العلم بھی کہا گیا ہے اور اس علم کو بھلانے اور سب سے پہلے اس امت سے اٹھا لینے کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ’’قال رسول الله ﷺ تعلموا الفرائض وعلموها فانه نصف العلم وهو ينسى وهو اول شيء ينزع من امتي‘‘ (ابن ماجہ والدارقطنی) ترجمہ: ’’ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ یقیناً یہ آدھا علم ہے اور یہ بھلا دیا جائے گا، اور یہ پہلا علم ہوگا جو میری امت سے اٹھا لیا جائے گا‘‘۔

اس علم کو سیکھنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ میراث کا علم عام ہوگا اور شریعت کی روشنی میں جائداد کی تقسیم ممکن ہوسکے گی اور مستحقین کو حق نصیب ہوگا، عدل وانصاف کا معاشرہ کے اندر بول بالا ہوگا اس طریقہ سے خاندانی نظام اندرونی اعتبار سے مزید مستحکم اور مضبوط ہوگا اور کسی بھی کمزور، ضعیف، یتیم، بچہ، بچی کے اوپر ہونے والے ظلم پر لگام لگایا جاسکتا ہے۔ اسلام سے قبل ان پر اس ظلم کو روا رکھا جاتا تھا اور صرف بڑے لڑکے جو لڑنے کے قابل ہوتے، سارے مال کے وارث قرار پاتے۔ اسی لیے شریعت اسلامیہ نے اس کے متعلق سورۃ النساء اور احادیث شریفہ کے اندر بعض ایسے اہم احکام ومسائل بیان فرمائے ہیں، جن کا تقسیم میراث کے وقت پاس ولحاظ رکھنا ازحد ضروری ہے۔

۱۔ کسی بھی شخص کے انتقال کے بعد سب سے پہلے اس کے تمام مال چاہے منقولی ہو یا غیر منقولی اکٹھا کیا جائے گا، اور سب سے **پہلا کام اسراف وتبذیر کے بغیر اس کی تجہیز وتکفین کے عمل کو انجام دیا جائے گا**۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اذا كفن احدكم اخاه فليحسن كفنه‘‘ (مسلم :۹۴۳، ابوداود :۳۱۴۸)۔ ترجمہ: ’’تم میں سے اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو کفن دے تو اسے چاہیے کہ اچھا کفن دے‘‘، واضح رہے کہ عمدہ سے مراد صاف ستھرا ہے قیمتی نہیں ہے۔

۲۔ دوسرا کام حقوق العباد (قرض) کی ادائیگی: قرض کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور حقوق العباد میں کوتاہی ایک سنگین جرم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’نفس المومن معلقة بدينه حتى يقضى عنه‘‘ (رواہ احمد) ترجمہ:

"یعنی قرض کے ساتھ مومن کی جان لٹکی رہتی ہے جب تک اس سے ادا نہ کر دیا جائے"
اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سارے صحابہ کرام کا صرف مقروض ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کردیا، بسا اوقات ابوقتادہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے ذمہ قرض کو لیا تب آپ نے جنازہ کی نماز ادا کی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿من بعد وصیة یوصی بھا او دین﴾ تمام امت کا اجماع ہے کہ قرض کی ادائیگی وصیت کی تنفیذ پر مقدم ہے اور آیت میں وصیت کو اس لیے مقدم رکھا گیا ہے تاکہ اس کی تنفیذ میں سستی نہ کرے اور یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ قرض کی ادائیگی اور وصیت کی تنفیذ کے بعد ہی وراثت کی تقسیم ہوگی۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے سند صحیح کے کے ساتھ سعد بن الاطول سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ ان کا بھائی تین سو درہم چھوڑ کر مرا انہوں نے اسے ان کے بال بچوں پر خرچ کرنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " تمہارا بھائی قرض میں گھرا ہوا ہے، اس لیے پہلے اس کا قرض ادا کرو"۔(تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن، تالیف: علامہ ڈاکٹر محمد لقمان السلفی)۔

۳۔ **وصیت کی تنفیذ:** اسلام کے اندر وصیت بڑی اہمیت کی حامل ہے، اس کو شروع اسلام میں ہر مومن پر واجب قرار دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْراً الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾[البقرة:۱۸۰] ترجمہ: "جب تم میں سے کسی کی موت قریب ہو، اور وہ مال وجائداد چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو رہا ہو تو تمہارے اوپر والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے مناسب وصیت فرض کر دی گئی ہے یہ متقی لوگوں پر لازم ہے"۔ لیکن آیۃ المیراث نازل ہونے کے بعد اس حکم کو بعض شرائط کے ساتھ باقی رکھا گیا۔ مثال کے طور پر عمومی وصیت کا حکم ابھی بھی باقی ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر کسی کے پاس وصیت کے لائق سامان ہے تو اس کی دو راتیں بھی بلا وصیت گزرنی نہیں چاہیے"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمایا: "ماحق امرء مسلم له شيء يوصى فيه يبيت ليلتين الا وصيته مكتوبة عنده" [البخاری:۲۷۳۸]۔ اسی طریقہ سے وارثین کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیة لوارث" [ابوداود:۲۸۷۰]۔ اسی طریقہ سے وارثین کے علاوہ کو ثلث مال (ایک تہائی مال) کی ہی وصیت کی جاسکتی ہے: جیسا کہ سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں: "کان رسول اللہ ﷺ یعودنی عام حجة الوداع من وجع اشتدبی، فقلت: انی قد بلغ بی من الوجع وانا ذو مال ولا یرثنی الا ابنة أفاتصدق بثلثیی مالیی؟ قال: لا، فقلت بالشطر؟ فقال: لا، ثم قال الثلث والثلث کبیر أو کثیر، انک ان تذر ورثتک اغنیاء خیرمن ان تذرھم عالة یتکففون الناس۔ ترجمہ: "سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بیمار ہوا ایسا بیمار کہ مرنے کے قریب آنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس بہت سارا مال ہے اور ایک بیٹی کے علاوہ میرا کوئی وارث نہیں تو کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے جواب دیا "نہیں" میں نے کہا: آدھا؟ آپ نے فرمایا "نہیں" میں نے کہا: تو ایک تہائی کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں ایک تہائی، حالانکہ یہ بھی زیادہ ہی ہے تمہارا اپنے وارثین کو مالدار چھوڑ کر جانا انہیں محتاج چھوڑ کر جانے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں" (صحیح البخاری، کتاب الجنائز)۔

۴۔ **اس کے بعد ہی میت کے باقی بقایہ مال کو شریعت کی روشنی میں تمام وارثوں کے درمیان عدل انصاف کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا۔** تقسیم کے دوران شریعت نے دو کمزور طبقہ کا خاص خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔ پہلا طبقہ یتیم کا ہے جس کو سورۃ النساء کے اندر میراث کے سیاق میں ذکر کیا گیا ہے اور ان کے مال کھانے والے کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْماً إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَاراً وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْراً (النساء:۱۰) ترجمہ: "جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب بھڑکتی آگ کا مزا چکھیں گے۔ حضرت سعد بن ربیعؓ کی دو یتیم بچیوں کا مال ان کے چچا نے قبضہ کرلیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی گئی تو آپ نے ان کے چچا کو بلایا اور ان کو پورا پورا حق دلایا اور یہی واقعہ آیۃ المیراث کا سبب نزول بھی بنا۔

دوسرا طبقہ عورتوں کا ہے۔ برصغیر کے اندر عورتوں کو میراث سے یکسر طور پر محروم رکھا جاتا ہے، اور یہ تصور دیا جاتا ہے ان کا کوئی حق نہیں ہے اور اگر غلطی سے مطالبہ بھی کر دیا تو طرح طرح کے طعنہ اور صلہ رحمی منقطع کرنے کی دھمکی دی جاتی ہے جو کہ ایک ہندوانہ رسم ورواج کا اثر ہے۔ اسی لیے قرآن کریم کے اندر مرد کے ساتھ عورتوں کے حقوق کا بھی خصوصی تذکرہ کیا گیا ہے اور ﴿للذکر مثل حظ الانثیین﴾ کہہ کر میراث کا اصل پیمانہ عورتوں کو ہی بنایا گیا ہے۔ حدیث کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کمزور طبقہ کا خاص خیال رکھنے اور ان کے حقوق کو ضائع ہونے سے بچانے کی وصیت فرمائی ہے: "اللھم انی احرم حق الضعیفین: الیتیم والمراۃ" ترجمہ: "اے اللہ! میں دو کمزوروں ایک یتیم اور ایک عورت کا حق مارنے کو حرام قرار دیتا ہوں" [رواہ ابن ماجہ وحسنہ الالبانی:۳۶۷۸]۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ترکہ کے مسائل واحکام کو سمجھنے اور اس کو قرآن وحدیث کے پیمانے کے مطابق معاشرہ کے اندر نافذ کرنے کی توفیق بخشے۔

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

محمد مصطفیٰ کعبی ازہری

اسلام میں بیٹیوں کے حقوق اور ان کی اچھی پرورش کے فضائل

مذہب اسلام ایک کامل اور مکمّل دین ہے، جس میں روئے زمین پر رہنے والے تمام لوگوں کے لئے حقوق اور سب کی ذمہ داریاں مقرر کی گئی ہیں، اور زندگی کے تمام شعبہ میں قرآنی تعلیمات وسنت رسول اللہ علیہ وسلم ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔

اسلام کی امتیازی خوبیوں میں سے ایک خوبی بیٹیوں کا احترام ہے جس سے آج کی نظریاتی دنیا محروم ہے۔ اس کی پوری تفصیل زیر نظر مضمون میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ تاہم قابل غور ایک پہلو یہ کہ آج کی دنیا نے اس کے احترام کا استحصال کیا ہے اور ننگی آزادی کو اس کا متبادل قرار دیا ہے۔ جس کے باعث اس کی عزتیں تار تار ہیں، جنسی درندوں کی زد پر ہیں، کھلی عریانیت نے اس کی ظاہری و باطنی حیا کو چھین لیا ہے، وراثت سے محرومی نے اسے کلبوں اور بازاروں میں مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کر دیا ہے۔ غرض آج کی خاتون اس ننگی آزادی کے زعم باطل میں اسلام کی اصلی تعلیم سے غافل ہے ورنہ وہ حقیقی عفت اور حقیقی آزادی سے آشنا ہوتی۔

اور لڑکیوں کو زندگی کا حقوق صرف مذہب اسلام نے دیا ہے۔ اور مذہب اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں لوگ بیٹیوں کو ذلیل، حقیر اور نیچ اس قدر سمجھتے تھے کہ کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی تو وہ مارے شرم کے منہ چھپائے پھرتا تھا، اور زمانہ جاہلیت میں کچھ ایسے ظالم انسان موجود تھے کہ وہ بیٹی کا باپ کہلوانے کے ڈر سے اپنے بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ یا تو اپنی بیٹیوں کو گلا دبا کر ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیتے تھے، یہی نہیں بلکہ زمانہ جاہلیت میں بیٹی کو نجاست کا ڈھیر اور شیطان کا نمائندہ سمجھا جاتا تھا، اور کچھ لوگ لڑکی کی پیدائش پر مبارکباد کے بجائے اس کی وفات پر مبارکباد دیتے تھے۔

اور مذہب اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں جب کسی کو لڑکی کی پیدائش کی اطلاع اور خبر دی جاتی تو بیٹی کی ولادت کی خبر سنتے ہی حقارت کی تیوریاں چہرے پر نمایاں ہوتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ، يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾ (سورہ النحل:58و59)

ترجمہ: ''ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جاتی تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے، اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے، اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا۔ کہ کیا اس کو ذلت کے ساتھ لئے ہوئے رہے یا مٹی میں دبا دے، آہ کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں''۔

دروجاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو میراث سے محروم کر دیتے تھے:

زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ وہ (مشرک) صرف مردوں کو وارث سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ جو شخص مسلح ہو کر لڑنے اور اپنی زندگی کو برقرار رکھنے کیلئے کبھی کبھی ڈاکہ ڈالنے کی طاقت نہیں رکھتا اسے ترکہ نہیں مل سکتا۔ اسی وجہ سے وہ عورتوں اور بچوں کو میراث سے محروم کر دیتے تھے اور میت کا مال بہت دور کے مردوں میں بانٹ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک انصار جس کا نام اوس بن ثابت تھا فوت ہو گیا اور اپنے بعد چھوٹی چھوٹی بچیاں اور بچے چھوڑ گیا اس کے چچازاد بھائی جن کے نام خالد اور ارفطہ تھے وہ آئے انہوں نے اس کا مال آپس میں بانٹ لیا اور اس کی بیوی اور چھوٹے چھوٹے یتیم بچوں کو کچھ بھی نہ دیا تو اس کی بیوی نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں شکایت کی اس وقت اس سلسلے میں اسلام میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْماً لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ (سورہ المائدۃ:3)

ترجمہ: مردوں کیلئے اس میں سے جو کچھ ان کے والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں حصہ ہے اور عورتوں کیلئے بھی جو ان کے والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں حصہ ہے۔ چاہے وہ مال کم ہو کہ زیادہ یہ حصہ مقرر اور لازمی ہے۔

اسلام سے پہلے جزیرہ عرب کے ریگستان میں کتنی لڑکیاں زندہ زمین میں دفن کر دی گئیں اس کی صحیح تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ایک جاہل باپ سمجھتا تھا کہ بیٹی ایک بوجھ ہے اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے، اور وہ قبیلے کی دفاع بھی نہیں کر سکتی۔ وہ اسے اپنی عار اور شرمندگی سمجھتے تھے۔

مذہب اسلام نے زندہ گاڑی ہوئی لڑکیوں کا ایک مقام عطا کیا:

جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مذہب اسلام لیکر آیئے تو اللہ تعالیٰ نے اس جاہلی فعل کو ختم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَإِذَا الْمَوْؤُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ﴾ (سورۃ التکویر:۸،۹)

ترجمہ: ''اور جب زندگی گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا، کہ کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی''۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اسلام آجانے کے بعد اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو زندہ درگور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں قیامت کے دن سوال کرے گا اور

جس کسی نے لڑکی کو زندہ درگور کیا ہوگا، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو دردناک عذاب میں قیامت کے دن ڈالے گا۔

اور اسی طرح سے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی اولاد کو رحم مادر میں نہ قتل کرے کیونکہ یہ بھی ایک عظیم گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:﴿وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُم إنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْءاً كَبِيراً﴾ (سورة الاسراء۳۱)

ترجمہ: ''اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالو، ان کو اور تم ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ بیشک ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے''۔

اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے بعد جس گناہ کو سب سے بڑا اقرار دیا وہ یہی ہے:''أن تقتل ولدک، خشية أن يطعم معک'' کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کردے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔(صحیح: البخاری: 4761)۔ آج کل قتل اولاد کا گناہ عظیم نہایت منظم طریقے سے اور خاندانی منصوبہ بندی کے حسین عنوان سے پوری دنیا میں ہو رہا ہے اور مرد حضرات اَ بہتر تعلیم وتربیت کے نام پر اور خواتین اپنے حسن کو برقرار رکھنے کے لئے اس جرم کا عام ارتکاب کررہی ہیں اعاذنا اللہ منہ۔(تفسیر احسن البیان: 781)

جب کہ اسلام نے ہی بیٹوں کا حق دیا ہے اور اسلام نے ہی بیٹی کو رحمت قرار دیا ہے۔ اور اسلام سے قبل بیٹی کو وراثت سے محروم کردیتے تھے لیکن اسلام نے بیٹی کے حق میں وراثت کو فرض قرار دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿يُوصِيكُمُ اللّهُ فِيْ أَوْلاَدِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاء فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَآؤُكُمْ وَأَبناؤُكُمْ لاَ تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعاً فَرِيضَةً مِّنَ اللّهِ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلِيما حَكِيماً (سورة النساء۱۱)

ترجمہ: ''اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں تاکیدی حکم دیتا ہے، مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر حصہ ہے، پھر اگر وہ دو سے زیادہ عورتیں (ہی) ہوں، تو ان کے لیے اس کا دو تہائی ہے جو اس نے چھوڑا اور اگر ایک عورت ہو تو اس کے لیے نصف ہے۔ اور اس کے ماں باپ کے لیے، ان میں سے ہر ایک کے لیے اس کا چھٹا حصہ ہے، جو اس نے چھوڑا، اگر اس کی کوئی اولاد ہو۔ پھر اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث ماں باپ ہی ہوں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے، پھر اگر اس کے (ایک سے زیادہ) بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے، اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائے، یا قرض (کے بعد)۔ تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے ان میں سے کون فائدہ پہنچانے میں تم سے زیادہ قریب ہے، یہ اللہ کی طرف سے مقرر شدہ حصے ہیں، بے شک اللہ ہمیشہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکا عطا کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثاً وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ﴾ (سورۃ الشوری:۴۹)

ترجمہ:''آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی بادشاہی ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے بخشتا ہے''۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹی کا ذکر پہلے کیا ہے اور بیٹے کا بعد میں کیا ہے، کیوں کہ بیٹی رحمت ہے اور بیٹا نعمت ہے اور رحمت کے بغیر نعمت کا مزہ نہیں۔

جس کسی نے بیٹی کی وجہ سے خود کو معمولی سی بھی تکلیف میں ڈالا تو بیٹیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے آڑ بن جائیں گی:

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لیے مانگتی ہوئی آئی۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا اس وقت اور کچھ نہ تھا میں نے وہی دے دی۔ وہ ایک کھجور اس نے اپنی دونوں بچیوں میں تقسیم کردی اور خود نہیں کھائی۔ پھر وہ اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حال بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''کہ جس نے ان بچیوں کی وجہ سے خود کو معمولی سی بھی تکلیف میں ڈالا تو بچیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے آڑ بن جائیں گی''۔(صحیح، رواہ البخاری:۱۴۱۸، ۵۹۹۵، وأحمد:۲۴۰۵۵)

جس کے پاس بیٹیاں ہوں اور ان پر صبر کرے، اپنی کمائی سے کھلائے اور پہنائے تو بیٹی قیامت کے دن ماں اور باپ کے لئے جہنم سے آڑ ہوں گی:

عن عقبة بن عامر، يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ''من كان له ثلاث بنات فصبر عليهن، وأطعمهن وسقاهن، وكساهن من جدته، كن له حجابا من النار يوم القيام''.

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا:''جس کے پاس تین لڑکیاں ہوں، اور وہ ان کے ہونے پر صبر کرے، ان کو اپنی کمائی سے کھلائے پلائے اور پہنائے، تو وہ اس شخص کے لیے قیامت کے دن جہنم سے آڑ ہوں گی''۔(اسنادہ صحیح: رواہ ابن ماجہ فی سننہ: ۳۶۶۹، وأحمد فی مسندہ:۱۷۴۰۳، والألبانی فی سلسلۃ الصحیحۃ:۲۹۴)

عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: ''من ابتلي بشيء من

البنات، فصبر عليهن، كن له حجابا من النار''۔

ترجمہ: حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص لڑکیوں کی پرورش سے دوچار ہو، پھر ان کی پرورش سے آنے والی مصیبتوں پر صبر کرے تو یہ سب لڑکیاں اس کے لیے جہنم سے آڑ بنیں گی''۔ (اسنادہ صحیح، رواہ الترمذی فی سننہ: ۱۹۱۳)

بڑے نادان ہیں وہ جو بیٹیاں زیادہ ہونے سے روتے اور شکوہ شکایت کرتے ہیں حالانکہ تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ بیٹے جب بڑے ہو جاتے ہیں تو اپنی بیوی اور اولاد کی محبت میں غرق ہو کر ماں باپ کو پوچھتے بھی نہیں، شاذ و نادر بیٹے ایسے ہوتے ہیں، جو صاحب اولاد ہو کر بھی اپنے ماں باپ سے محبت اور الفت رکھتے ہیں، برخلاف اس کے بیٹیاں زندگی تک اپنے ماں باپ کی محبت نہیں چھوڑتیں اور ہمیشہ ان کی خدمت کرتی رہتی ہیں، مبارک ہے بیٹا یا بیٹی جو ہمارا رب اور ہمارا مالک ہم کو عنایت فرمائے، اللہ تعالی سے یہ دعا مانگنی چاہئے کہ بیٹا ہو یا بیٹی صالح اور نیک بخت ہو۔

جس نے بیٹیوں کی کفالت کی وہ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوں گے:

عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: ''من عال جاريتين دخلت أنا وهو الجنة كهاتين وأشار باصبعيه''۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی، جنت میں وہ اور میں (ایک ساتھ) ان دونوں انگلیوں کی طرح جنت میں داخل ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیوں کو جوڑ کر اشارہ فرمایا''۔

بیٹیوں کی پرورش پر جنت واجب ہے اور قیامت کے دن بیٹی ماں باپ کے لئے جہنم سے آڑ ہوگی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک آدمی تھا، اس آدمی کے پاس اس کا بیٹا آیا، اس آدمی نے اس کو بوسہ دیا (یعنی شفقت سے چوما) اور ران پر بٹھا لیا، پھر اس کی بیٹی آ گئی اس آدمی نے اس کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے فرمایا کہ تم نے (بوسہ لینے میں) ان دونوں کے درمیان انصاف کیوں نہیں کیا؟''۔

(اسنادہ صحیح: رواہ البزار: 6361، والطحاوی فی شرح معانی الآثار: 3844، وتمام فی الفوائد: 1616، وابن عساکر فی التاریخ: 4 / 601 مصورة المدونة، والبیہقی فی شعب الایمان: 10549، والألبانی فی سلسلة الصحیحة: 3098)

فائدہ: مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹے اور بیٹی میں شفقت اور پیار کا فرق کرنا سخت ناپسند گزرا اس لئے تمام لوگوں کو چاہئے کہ اپنے اولاد کے درمیان مساوات و برابری کو لازم پکڑیں اور ان کے ساتھ انصاف کریں۔

اگر کوئی شخص اپنی حیات میں اپنی اولاد کو بطور تحفہ مال دینا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ بغیر بیٹے اور بیٹی میں فرق کئے سب کو ایک جیسی چیز مساوات و برابری کے ساتھ عطا کرے۔

حضرت عامر سے روایت ہے کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ منبر پر بیان کر رہے تھے کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دیا، تو عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا (نعمان کی والدہ) نے کہا کہ جب تک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ نہ بنائیں میں راضی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ (حاضر خدمت ہو کر) انہوں نے عرض کیا کہ عمرہ بنت رواحہ سے اپنے بیٹے کو میں نے ایک عطیہ دیا تو انہوں نے کہا کہ پہلے میں آپ کو اس پر گواہ بنا لوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اسی جیسا عطیہ تم نے اپنی تمام اولاد کو دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کو قائم رکھو۔ چنانچہ وہ واپس ہوئے اور ہدیہ واپس لے لیا''۔ (صحیح: رواہ البخاری: 2587، ومسلم 1623)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے باپ بشیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور کہا: میں نے اپنے اس لڑکے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''تو نے اپنے اور لڑکوں کو بھی ایسا ہی ایک غلام دیا ہے۔'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو اس سے بھی پھیر لے''۔ (صحیح: رواہ مسلم: 1623)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عطیہ میں اپنی اولاد میں مساوات و برابری کرو جیسے تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری اولاد تمہارے ساتھ حسن سلوک میں برابری کرے''۔ (اسنادہ صحیح: رواہ الطحاوی فی مشکل الآثار: 5073، وابن حبان فی صحیحہ: 5052، والألبانی فی السلسلة الصحیحة: 7/164)

مذکورہ حدیث کی روشنی میں امام طحاوی فرماتے ہیں:

''اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اولاد کے مابین عطیہ میں برابری کرو جیسے تم یہ پسند کرتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ حسن سلوک میں برابر رہیں اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے اور لڑکی کے درمیان مساوات و برابری مراد لی ہے، کیونکہ بیٹے سے جس حسن سلوک کی امید کی جاتی ہے وہی امید بیٹی سے بھی کی جاتی ہے، تو جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ کی طرف سے اولاد کے لئے وہی

چاہت بتائی ہے جو چاہت اولاد کی طرف سے باپ کو ہوتی ہے اور باپ اپنی بیٹی سے اسی حسن سلوک کا متمنی ہوتا ہے جو حسن سلوک وہ بیٹے سے چاہتا ہے، تو اس سے ظاہر ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ کی طرف سے عطیہ میں بیٹی کے لئے بھی وہی مراد لیا ہے جو بیٹے کے لئے مراد ہے۔ (شرح معانی الآثار، ت النجار: 4/89)

مذکورہ تینوں احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا ہے اگر کوئی ماں اور باپ اپنی حیات میں اپنی اولاد کو بطور تحفہ مال دینا چاہے یا زمین جائداد کا بٹوارہ کرنا چاہئے مثلاً: کھیت، گھر اری وغیرہ کا تو ماں اور باپ پر واجب ہے کہ وہ بغیر بیٹے اور بیٹی میں فرق کئے ہوئے اپنی اولاد کے درمیان ایک جیسی چیز مساوات اور برابری کے ساتھ ادا کرے۔

اور اگر کسی کے ماں اور باپ فوت ہو جائیں، ان کے چھوڑے ہوئے مال، زمین اور جائداد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں تاکیدی حکم دیتا ہے، مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر حصہ ہے، پھر اگر وہ دو سے زیادہ عورتیں (ہی) ہوں، تو ان کے لیے اس کا دو تہائی ہے جو اس نے چھوڑا اور اگر ایک عورت ہو تو اس کے لیے نصف ہے۔ اور اس کے ماں باپ کے لیے، ان میں سے ہر ایک کے لیے اس کا چھٹا حصہ ہے، جو اس نے چھوڑا، اگر اس کی کوئی اولاد ہو۔ پھر اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث ماں باپ ہی ہوں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے، پھر اگر اس کے (ایک سے زیادہ) بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے، اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائے، یا قرض (کے بعد)۔ تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے ان میں سے کون فائدہ پہنچانے میں تم سے زیادہ قریب ہے، یہ اللہ کی طرف سے مقرر شدہ حصے ہیں، بے شک اللہ ہمیشہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ (سورہ النساء: 11)

جو بیٹی اور بہن کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا وہ جنت میں جائے گا:-

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص دو یا تین بیٹیوں یا بہنوں کا ذمہ دار بنا (اور ذمہ داری نبھائی) یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئیں، یا وہ شخص خود فوت ہو گیا تو میں اور وہ دو انگلیوں کی طرح ساتھ ہوں گے، یہ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت والی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ فرمایا''۔

(اسنادہ صحیح: رواہ أحمد فی مسندہ: 12498، وابن حبان فی صحیحہ: 447، والألبانی فی الصحیحۃ 296، وظفر اقبال فی تخریج مسند احمد: 5/455 رقم: 12526)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کی تین یا دو بیٹیاں یا بہنیں ہوں، وہ ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے یہاں تک کہ ان کی شادی ہو جائے یا فوت ہو جائیں تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائیں گی''۔

(اسنادہ صحیح: رواہ أحمد فی مسندہ: 23991، والألبانی فی الصحیحۃ: 295، وظفر اقبال فی تخریج مسند احمد: 10/1065 رقم: 24491)

عن ابن عباس، قال: قال رسول الله ﷺ: ما من رجل تدرك له ابنتان، فيحسن اليهما ما صحبتاه، أو صحبهما الا أدخلتاه الجنة.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس مسلمان کی دو بیٹیاں ہوں وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ ضرور جنت میں جائے گا''۔

(حدیث صحیح بشواہدہ: رواہ ابن ماجہ فی سننہ: 3670، وأحمد فی مسندہ: 2104 و 3424، والحاکم فی المستدرک: 4/178، وابن حبان فی صحیحہ: 2053، والبخاری فی الأدب المفرد: 77، والألبانی فی صحیح الأدب المفرد: 59، والصحیحۃ: 2776، وصححہ الحاکم، وحسنہ الأرنؤوط، والألبانی)

اولاد رہنے کے باوجود پورا مکمل مال اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کر سکتے ہیں بلکہ وصیت کی آخری حد ایک تہائی مال سے زیادہ نہیں ہے اور یہ بھی زیادہ ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ میں بیمار ہوا اور مرنے کے قریب ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے پاس مال بہت ہے اور ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں۔ کیا میں اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دے دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں'' پھر میں نے کہ ''دو تہائی دے دوں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں'' پھر میں نے کہا ''نصف دے دوں؟'' فرمایا: ''نہیں۔'' پھر میں نے پوچھا: تہائی دے دوں؟ فرمایا: ''تہائی دے سکتے ہو اور یہ بھی بہت ہے۔'' پھر فرمایا: ''اگر تم اپنی اولاد کو مالدار چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں محتاج چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔ بے شک جو مال تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ حتیٰ کہ اس نوالہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں دو گے''۔

(صحیح: رواہ البخاری: 6733، ومسلم: 1628)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام لوگوں کو اپنی بیٹی اور بہن کے ساتھ حسن سلوک کرنے، پرورش کرنے، حق ادا کرنے، بیٹی بہن کی پیدائش پر خوشی اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ صبر کرنے، اور بہترین تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆☆☆

پندرہ روزہ ترجمان جریدہ

ابوعدنان سعید الرحمٰن نور العین سنابلی

مریم، آسیہ اور کلثوم اخت موسیٰ علیہن السلام سے رسول اللہ کی شادی سے متعلق روایتوں کا تحقیقی جائزہ

مریم بنت عمران، آسیہ زوجہ فرعون اور کلثوم اخت موسیٰ علیہن السلام دنیا کی انتہائی پاک باز، نیک طینت اور حد درجہ متقی و پرہیز گار خواتین تھیں۔ جب ہم ان عفت مآب خواتین کی احوال زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم چلتا ہے کہ ان خواتین نے اپنی پوری زندگی اللہ جل شانہ کی عبادت و بندگی میں گزاری۔ ان باکمال خواتین کی زندگی میں اہل ایمان خصوصاً اسلامی ماؤں بہنوں کے لئے اسوہ اور نمونہ ہے کیونکہ ان کی عظمت ورفعت اور بلند مکانی کی گواہی موجود ہے۔

مریم علیہا السلام ایک پاک باز خاتون تھیں:

مریم بنت عمران علیہا السلام عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے اظہار کے لئے مریم علیہا السلام کے بطن سے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا، یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ کی قادر مطلق ہونے پر ایمان نہیں تھا اور جس ذہنیت کے حامل نے صالح علیہ السلام کو پہاڑ سے اونٹنی کی پیدائش کو بنظر خود مشاہدہ کرنے کے بعد بھی تکذیب وانکار کا سہارا لیا تھا، ایسے قماش کے لوگوں نے مریم علیہا السلام کی عفت وپاکدامنی پر انگشت نمائی کی اور آپ کے تعلق سے سنگین باتیں کہیں حالانکہ اللہ جل شانہ نے شیرخواری کے عالم ہی میں عیسیٰ علیہ السلام کو قوت گویائی بخشی جنہوں نے اپنی ماں کی عفت وعصمت اور پاک دامنی کی گواہی دی اور بتایا: ''قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ' (سورہ مریم/30) یعنی میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے مجھے کتاب (انجیل) عطا کیا ہے اور مجھے نبوت سے سرفراز کیا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا کہ تم اللہ کی عظمت کے معترف بنو، تم جانتے ہو کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا، حواء علیہا السلام کو بغیر عورت کے پیدا کیا تو اگر مجھے بغیر والد کے پیدا کر دیا تو اس میں حیرت واستعجاب کی کون سی بات ہے؟ اللہ جل جلالہ نے اس سے قبل صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو بھی پہاڑ سے نکالا تھا جسے قوم صالح نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔

بہرحال قرآن پاک کے متعدد مقام پر مریم علیہا السلام کی عفت وعظمت اور عصمت وپاکدامنی کی گواہی دی ہے۔ اللہ جل شانہ نے قرآن پاک میں جابجا آپ کا ذکر خیر کیا ہے اور آپ کے نیک خصائل اور عمدہ فضائل کا بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ مریم علیہا السلام نیک طینت، پاک باز، عبادت گزار، متقی اور پرہیزگار تھیں اور خواتین عالم کے لئے آئیڈیل اور نمونہ تھیں۔ چنانچہ آپ کے تعلق سے وارد چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''اور جب فرشتوں نے مریم سے کہا کہ مریم! اللہ نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تمہیں پاک بنایا ہے اور دنیا جہان کی عورتوں میں سے تم کو منتخب کیا ہے۔ اے مریم اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کرنا اور سجدہ کرنا اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنا۔ اے نبی یہ باتیں اخبار غیب میں سے ہیں جو ہم تمہارے پاس بھیجتے ہیں۔ اور جب وہ لوگ اپنے قلم بطور قرعہ ڈال رہے تھے کہ مریم کا کفیل کون بنے تو تم ان کے پاس نہیں تھے۔ اور نہ اس وقت ہی ان کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے جب فرشتوں نے مریم سے کہا کہ مریم اللہ تم کو اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح اور مشہور عیسیٰ ابن مریم ہوگا اور جو دنیا اور آخرت میں آبرومند اور مقربین میں سے ہوگا۔ اور ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر دونوں حالتوں میں لوگوں سے یکساں گفتگو کرے گا اور نیکوکاروں میں ہوگا۔ مریم نے کہا کہ پروردگار میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا کہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ تک تو لگایا نہیں فرمایا کہ اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرمادیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔'' (سورہ آل عمران: ۴۷-۴۲)

ان آیات قرآنیہ پر غور کریں تو آپ کو مریم علیہا السلام کی عظمت مکانی اور رفعت شانی کا اندازہ ہو جائے گا۔ سورہ آل عمران کی مذکورہ آیتوں اور سورہ مریم ۳۴-۱۶ آیتوں میں مریم علیہا السلام کا فرشتوں سے مکالمہ اور پھر ان کے ساتھ قوم کے لوگوں کا تعامل قدرے تفصیل سے بیان ہوا ہے، ان آیتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مریم علیہا السلام کے بطن سے بغیر باپ کے پیدا کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اعلیٰ مقام عطا کیا اور انہیں اولوالعزم من الرسل میں سے قرار دیا۔ نیز ان آیات میں مریم علیہا السلام کے فرشتوں سے ہم کلام ہونے کے انداز کو پڑھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ آپ عفت وپاکدامنی کے کس بلند مقام ومرتبہ پر فائز تھیں کہ انہوں نے فرشتوں سے وحشت محسوس کی اور فوراً اللہ جل جلالہ کا واسطہ دیا کہ تم یہاں سے دور ہٹ جاؤ۔

یہی اسلامی خاتون کی پہچان ہوتی ہے کہ وہ ہمہ وقت اپنی عزت وآبرو کی

حفاظت کے تعلق سے فکرمند ہوتی ہے، خلوت وجلوت ہر وقت اللہ سے ڈرتی ہے۔ کاش ہماری مائیں اور بہنیں مریم علیہا السلام کے اس واقعہ سے یہی سبق سیکھ جائیں اور اسے اپنے لئے مشعل راہ بنالیں تو بہت سی برائیوں کا سد باب ہوجائے گا اور خواتین پر ہونے والی دست درازیوں کا سلسلہ بہت حد تک کم ہوجائے گا، ورنہ یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ تعلیم کے نام پر عصری درس گاہوں میں، جاب اور نوکری کے نام پر کمپنیوں اور آفیسز میں کس طرح اختلاط ہوتا ہے اور صنف نازک غیر محارم کے ساتھ خلوت میں ہوتی ہیں اور پھر ناخوشگوار واقعات پیش آتے ہیں۔ اگر ہم صنف نازک کے خلاف ہونے والی زیادتیوں کے تعلق سے سنجیدہ ہیں تو سب سے پہلے ہمیں زنا، صنف نازک کے خلاف ہونے والی دست درازیوں اور جنسی انارکی کے اسباب کا سد باب کرنا ہوگا، اپنی بچیوں کی تربیت مریم علیہا السلام، امہات المومنین اور صحابیات کے نہج پر دینا ہوگا پھر کہیں جاکر ہم خواتین کے خلاف پاک معاشرہ کی تشکیل دینے میں کامیاب ہو پائیں گے۔ ورنہ اگر طرف عورتوں کو نیم عریاں بنا کر سامانوں کے پرچار کے لئے کھڑا کریں گے اور پھر آزادئ نسواں کا پرفریب نعرہ دیں گے تو یقین جانئے کہ ہم کسی بھی صورت میں اپنے نعروں میں مخلص نہیں قرار پائیں گے اور نہ ہی اس طور پر جرائم کا انسداد ہو پائے گا۔

بہر حال، مریم علیہا السلام کا ذکر خیر قرآن مجید کے متعدد مقامات پر وارد ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مریم علیہا السلام ایک عبادت گزار، صالح اور نیک خاتون تھیں۔

آسیہ علیہا السلام: ایک مثالی خاتون

آسیہ علیہا السلام فرعونِ مصر کی بیوی تھیں۔ یوں تو مصر کے بادشاہان کو فراعنہ کہا جاتا تھا لیکن موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون مصر کی سلطنت پر تخت نشین تھا آسیہ علیہا السلام اسی سے منسوب تھیں۔ آسیہ علیہا السلام باہمت، حق شناس اور نڈر اور بے باک خاتون تھیں تبھی تو انہوں نے وقت کے سب سے طاقتور اور جابر بادشاہ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا اور ''**انا ربکم الاعلی**'' کے دعوے دار کو بتادیا کہ رب ہونے کا تمہارا دعویٰ کھوکھلا ہے کیونکہ تمہاری سب سے بڑی راز دار تمہاری بیوی ہی تمہاری مطیع وفرماں بردار نہیں ہے اور تمہاری کسی عظمت و برتری کو تسلیم نہیں کرتی ہے۔

آسیہ علیہا السلام کے بارے میں موجود معلومات کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اعلیٰ درجے کی زیرک خاتون تھیں۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کو پہچان لیا اور آپ پر ایمان لائیں۔ آسیہ علیہا السلام نے دنیوی آرام وآرائش کو ٹھوکر مار کر اخروی فوز وکامرانی کو اختیار کیا اور رہتی دنیا تک کے لئے اسوہ اور آئیڈیل بن گئیں۔

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل سے نکالا گیا تو ان کے نورانی چہرے کو دیکھ کر آسیہ بنت مزاحم علیہا السلام نے پہچان لیا کہ یہی نبی برحق ہیں، چنانچہ فرعون سے کہا: ''**وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَه وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ**'' (سورہ قصص/9) ''اور فرعون کی عورت نے کہا یہ تو میرے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، شاید ہمارے کام آئے یا ہم اسے بیٹا بنالیں، اور انہیں کچھ خبر نہ تھی۔''

اللہ تعالیٰ آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ''**وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِه وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ**'' (سورہ تحریم/11) ''اور مومنوں کے لئے ایک مثال تو فرعون کی بیوی کی بیان فرمائی کہ اس نے اللہ سے التجا کی کہ اے میرے پروردگار میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اسکے عمل سے نجات بخش اور ظالم لوگوں سے مجھ کو چھڑا لے۔''

مریم اور آسیہ علیہما السلام کے فضائل احادیث میں:

ان دونوں باعظمت اور باہمت خواتین کا تذکرہ احادیث مبارکہ میں بھی وارد ہوا ہے جن میں ان کے باکمال، باعظمت اور نیک سیرت ہونے کی گواہی دی گئی ہے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ غَيْرُ مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ، وَآسِيَةَ امْرَاَةِ فِرْعَوْنَ، وَاِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ**'' یعنی مردوں میں بہت سے لوگ کامل ہوئے ہیں اور (لیکن) عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کے سوا کوئی کامل نہیں ہوئی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر اسی طرح ہے جس طرح ثرید کی باقی کھانوں پر۔ (صحیح بخاری/3411، صحیح مسلم/6272)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ یہ لکیریں کیسی ہیں؟'' لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل عورتیں چار ہوں گی: (1) خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، (2) فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، (3) مریم بنت عمران علیہا السلام، (4) آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا جو فرعون کی بیوی تھیں۔'' (مسند احمد/2668، شیخ البانی نے صحیح الجامع/1135 میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں: ''**حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ: مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ، وَخَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَآسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ**'' یعنی ساری

دنیا کی عورتوں میں سے تمہیں مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، اور فرعون کی بیوی آسیہ کافی ہیں۔ (سنن ترمذی/3878، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

کلثوم اخت موسیٰ: قرآن کریم میں ایک نیک طینت، پاک باز اور زیرک خاتون کا تذکرہ ملتا ہے جن کا نام کلثوم بیان کیا جاتا ہے، حالانکہ قرآن مجید میں آپ کو اخت موسیٰ کہہ کر خطاب ہے۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی بہن تھیں اور آپ سے بے حد لاڈ پیار کرتی تھیں جیسا کہ قرآن پاک کے اسلوب اور طرز بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ کو دیکھیں تو اس میں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنی بیٹی کو بیٹی کہہ کر نہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی بہن کہہ کر مخاطب کیا اور اس صندوق پر نظر رکھنے کی تاکید کی جس میں موسیٰ علیہ السلام کو رکھ کر دریائے نیل میں پھینکا گیا تھا۔ یہ پورا واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''**وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَن جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ، وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ**'' (سورہ قصص/11-12) ''اور اس کی بہن سے کہا اس کے پیچھے چلی جا، پھر اسے اجنبی ہو کر دیکھتی رہی اور انہیں خبر نہ ہوئی۔ اور ہم نے پہلے سے اس پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا، پھر بولی میں تمہیں ایسے گھر والے بتاؤں جو اس کی تمہارے لیے پرورش کریں اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں۔''

ان دو آیتوں پر غور کریں تو آپ کو موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کلثوم کی کمال عقلمندی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

پہلی بات انہوں نے انتہائی ہوشیاری کے ساتھ صندوق پر نظر رکھا اور دوسری بات فرعون کے محل میں جا کر انہوں نے بتایا کہ وہ کسی دایہ کو جانتی ہے جو دودھ پلانے میں کافی ماہر ہے اور یہ بچہ اس دایہ کا دودھ ضرور نوش کرے گا۔ کمالِ حیرت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے کسی اقدام سے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ بچہ کی رشتہ دار یا شناسا ہیں یا پھر وہ بچہ پر نظر رکھتے رکھتے یہاں تک پہنچی ہیں جبکہ ہم یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ بادشاہوں کے دربار میں سیکوریٹی کا عالم کیا ہوتا ہے اور وہ بادشاہ فرعونِ موسیٰ ہو تو شاہی عملہ کا چاق و چوبند ہونا اور سیکوریٹی کا زیادہ چست درست ہونا کوئی بعید از امکان نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہے کہ وہ حالات کس قدر سنگین تھے۔ اس وقت میں فرعون کے ایک بزدلانہ اور ظالمانہ فیصلے کی وجہ سے بنو اسرائیل کے بچوں کو قتل کر دیا جاتا تھا اور بچیوں کو زندہ چھوڑا جاتا تھا کیونکہ فرعون کو کسی نجومی اور کاہن نے بتا دیا تھا کہ بنو اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جس کے ہاتھ پر تمہاری بادشاہت ختم ہو جائے گی۔

اس مختصر مضمون کو تحریر کرنے کا سبب یہ ہے کہ ۳۵ ویں کانفرنس کے موقع پر ایک علمی شخصیت نے کہا کہ جنت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید دو شادیاں ہوں گی۔ اس سلسلے میں چونکہ ہمیں بھی جانکاری نہیں تھی اور نہ ہی یہ بات ہم نے پہلے کبھی سن رکھی تھی، اس وجہ سے ہم نے اس سلسلے میں خاموش رہنے ہی میں مناسب سمجھا۔ اس دن میں نے اس مسئلہ کی حقیقت کو اجاگر کرنے کے سلسلے میں عزم بالجزم کر لیا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں چند ٹوٹے پھوٹے جملے آپ قارئین کے حضور پیش ہیں:

مریم، آسیہ اور اخت موسیٰ علیہن السلام سے جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے تعلق سے جب ہم ذخیرہ احادیث اور کتب اسلاف کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سلسلے میں مختلف روایتیں ملتی ہیں۔ ان روایتوں کو بنیاد بنا کر یہ کہنا کہ مریم، آسیہ اور (کلثوم) اخت موسیٰ کی شادی جنت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگی، درست نہیں ہے۔ درج ذیل سطور میں اس تعلق سے وارد حدیثوں اور ان کے سلسلے میں علمائے کرام کے اقوال بیان کئے جا رہے ہیں:

ا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے: ''**عَسَىٰ رَبُّهُ إِن طَلَّقَكُنَّ أَن يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا**'' (سورہ تحریم/5) ''اگر وہ تم کو طلاق دے دیں تو ہو سکتا ہے کہ ان کا ربّ (تمھارے) بدلے میں ان کو تم سے بہتر بیویاں دے دے (جو) مسلمات، مومنات، فرماں بردار، توبہ کرنے والی، عبادت گزار، اور روزہ رکھنے والی (ہوں) بیوہ بھی ہوں اور کنواری بھی۔''

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں صحابیٔ رسول بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ''**وعد الله نبيه صلى الله عليه وسلم في هذه الآية ان يزوجه، فالثيب: آسية امراة فرعون، وبالابكار: مريم بنت عمران** ''یعنی اس آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ نے اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ شوہر دیدہ زوجہ فرعون آسیہ ہوں گی اور باکرہ مریم بنت عمران ہوں گی۔ (تفسیر ابن کثیر 8/166، اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کی سند میں صالح بن حیان نامی ایک راوی ہے جس کے بارے میں ابن معین نے ''**ليس بذاك** '' اور امام نسائی نے ''**ليس بثقه**'' قرار دیا ہے اور ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ ثقہ راویوں سے ایسی چیزیں روایت کرتا ہے جو ثقہ راویوں کی روایتوں کے مشابہ نہیں ہوتی ہیں اور جب یہ منفرد ہوتا ہے تو میں اس سے حجت پکڑنا پسند نہیں کرتا ہوں۔)

اسی طرح ایک حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک لمبی روایت کے اخیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شوہر دیدہ خواتین میں سے آسیہ بنت مزاحم اور اخت نوح کا وعدہ کیا ہے اور باکرہ خواتین میں سے مریم بنت عمران اور کلثوم اخت موسیٰ کا وعدہ فرمایا ہے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی 3/13، اس کی سند منکر ہے کیونکہ اس کی سند میں موسیٰ بن جعفر ہے جن کے بارے میں امام ذہبی نے

کہاہے کہ یہ غیر معروف ہیں اور ان کی روایت ساقط (نا قابل اعتبار) ہے۔اسے امام سیوطی رحمہ اللہ نے الدر المنثور (216/8) میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔)

۲۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے موقع پر جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: اللہ تعالیٰ ان سے سلام عرض کرتے ہیں اور جنت میں موتیوں کے ایک محل کی خوشخبری سنایا جو لہو ولعب سے خالی ہوگا، اس میں تھکان کا احساس نہیں ہوگا اور نہ ہی شور شرابہ ہوگا، وہ خولدار موتی کا ہوگا اور ان کا یہ محل مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم کے گھروں کے درمیان ہوگا۔(تاریخ دمشق لابن عساکر 70/117)

اس روایت کی سند بھی منکر ہے۔اس میں محمد بن صالح بن عمر مجہول راوی ہے۔(میزان الاعتدال 3/581)

اسی طرح اس میں سوید بن سعید حدثانی نامی ایک راوی ہے جس کو اکثر اہل علم نے ضعیف قرار دیا ہے اور اس راوی کی حالت یہ تھی کہ وہ تلقین قبول کرتا تھا۔(تہذیب التہذیب 4/275)

ابوسعید محمد بن بشر بن العباس نے تاریخ الاسلام 26/633 میں اس کا ترجمہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے صالح شیخ ہیں اور صاحب مسند بھی ہے۔

۳۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے جبکہ وہ جانکنی کے عالم میں تھیں اور کہا: اے خدیجہ! جب تمہاری ملاقات تمہاری اپنی سوکنوں سے ہو تو ان سے میرا سلام عرض کرنا۔اس پر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حیرت واستعجاب کے عالم میں کہا: رسول اللہ! کیا آپ نے مجھ سے پیشتر بھی شادیاں کی ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، لیکن اللہ عزوجل میری شادی مریم بنت عمران، آسیہ زوجہ فرعون اور کلثوم اخت موسیٰ سے فرمائے گا۔(تاریخ دمشق 70/118، اس کی سند بھی منکر ہے کیونکہ اس میں ابوبکر ہذلی ہیں جن کے سخت ضعیف ہونے کے سلسلے میں ائمۂ جرح وتعدیل کا اتفاق ہے اور وہ اخباری متروک الحدیث ہیں۔ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب 12/46، اسے ابن کثیر نے اپنی تفسیر 8/166 میں ضعیف قرار دیا ہے۔)

۴۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**أُعْلِمْتُ ان الله زوجني في الجنة مريم بنت عمران، وكلثم اخت موسى، وآسية امراة فرعون. فقلت: هنيئًا لك يا رسول الله** ''یعنی مجھے اطلاع دی گئی کہ اللہ جل شانہ نے جنت میں میری شادی مریم بنت عمران، کلثم ہمشیرہ موسیٰ اور آسیہ زوجہ فرعون سے کرادی ہے۔میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مبارک بادی قبول فرمائیں۔''(**تاریخ دمشق 70/118، المعجم الكبير 8/258، الضعفاء الكبير 4/459، طبقات المحدثين باصفهان لابي الشيخ 4/113، اخبار اصفهان لابي نعيم 1460/، الكامل لابن عدي 7/180**، اس کی سند موضوع ہے۔شیخ البانی نے ضعیفہ 7053/ میں اسے موضوع قرار دیا ہے۔)

۵۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس خوشی کی حالت میں داخل ہوئے اور کہا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے میری شادی مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ عمران سے جنت میں کرادی ہے۔عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ شادر ہیں وآباد رہیں اے اللہ کے رسول!۔(**عمل اليوم والليلة لابن السني 2/683**، مسند فردوس للدیلمی 8620/، یہ سند ضعیف ہے۔اس کی سند میں ابواسحاق سبیعی کی تدلیس ہے اور اس کی سند میں موجود ابن سنی کے شیخ احمد بن ابراہیم مدینی کا ترجمہ نہیں مل سکا۔)

۶۔سعد بن جنادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**إن الله عز وجل قد زوجني في الجنة مريم بنت عمران، وامرأة فرعون، واخت موسى** ''یعنی اللہ تعالیٰ نے جنت میں میری شادی مریم بنت عمران، زوجہ فرعون اور اخت موسیٰ سے کرادی ہے۔''(**المعجم الكبير 6/52**، اس کی سند سخت ضعیف ہے۔اسے شیخ البانی نے ضعیفہ 7053/ میں سخت ضعیف قرار دیا ہے۔)

۷۔ابن ابی داود سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے مرض الموت میں داخل ہوئے اور کہا: خدیجہ! تمہاری تکلیف دیکھ کر میں بے حد پریشان ہوں لیکن اللہ پریشانی میں بھی بھلائی فراہم کرتا ہے۔کیا تمہیں پتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جنت میں میری شادی مریم بنت عمران، کلثم ہمشیرہ موسیٰ اور آسیہ زوجہ فرعون سے کردی ہے؟'' خدیجہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا واقعتاً اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ آپ کو شاد وآباد رکھے۔(**معجم الصحابة للاصفهاني 6738/، المنتظم في التاريخ لابن الجوزي 1/267**، اس کی سند منقطع معضل ہے، نیز اس کی سند میں محمد بن حسن بن زبالہ نامی راوی ضعیف ہے جیسا کہ امام ہیثمی نے مجمع الزوائد 9/812 میں کہا ہے۔)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس معنی کی جملہ روایتیں ضعیف اور منکر ہیں جن سے کوئی مسئلہ مستنبط نہیں ہوتا ہے، ابن کثیر رحمہ اللہ اس معنی کی متعدد روایتوں کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ان تمام احادیث کی سندیں محل نظر ہیں۔(البداية والنهاية 2/52)

☆☆☆

جریدہ پندرہ روزہ ترجمان دہلی

حافظ سالم خورشید، دہلی

ماحولیات کا تحفظ اور مذاہب عالم

ماحول کا لغوی معنیٰ گردو پیش یا اردگرد کے ہیں، یعنی وہ چیز جو کسی جاندار کے اردگرد ہو اور اپنا اثر رکھتی ہو، اسے ماحول کہتے ہیں، مجموعی طور پر ہم زمین، فضا، اور پانی کو ماحول کہتے ہیں، جنھیں تمام حیاتیاتی طبیعاتی اور کیمیاوی اجزاء وعناصر شامل ہیں، سچ تو یہ ہے کہ جو کچھ اس دنیا میں ہے اسے ماحول ہی کہا جاتا ہے۔ بعض مفکرین نے ماحولیاتی آلودگی کو محض ہوا، پانی، مٹی اور زمینی آلودگی تک محدود کر دیا ہے اور معاشرتی، اخلاقی، سیاسی، تعلیمی اور معاشی آلودگی کو ماحولیاتی آلودگی میں شامل نہیں کیا ہے، لیکن اگر بنظر غائر ماحول اور ماحولیات کا جائزہ لیا جائے تو یہ آلودگی محض ہوا، پانی اور مٹی تک محدود نہیں، بلکہ اس میں ہر طرح کی آلودگی شامل ہے، اس لحاظ سے ہمارے اردگرد موجود ہوا، پانی، زمین، چرند، پرند، آسمان، درخت، گھاس، پھوس، پھولوں کی خوشبو، سورج کی روشنی، دھوپ کی تمازت، چاند اور اس کی کرنیں، مٹی اور اس کی خصوصیات، اردگرد بسنے والے لوگ اور خود ہم ہمارا ماحول ہے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے دنیا کی تخلیق فرمائی پھر اس میں زندگی کے ماحول کو پیدا کر کے تمام عناصر ودیعت کر دیئے، نیز اسے انسانوں کے کنٹرول میں دے دیا، تاکہ وہ اس سے استفادہ کریں اسی طرح اس کی رہنمائی کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں بے شمار انبیاء ورسل بھیجے جنھوں نے دنیاوی ماحول میں رہنے سہنے کا طریقہ بتلایا، سکھلایا کہ ماحول کی آلودگی سے کیسے بچا جائے، اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو دنیا کے تمام قوانین سے بالاتر اور زندگی کے تمام امور پر احاطہ رکھتا ہے، اور بغیر کسی ابہام وغموض کے ہر مسئلہ کا حل فراہم کرتا ہے، اسلامی قوانین نا صرف مسلمانوں کے لیے ہیں بلکہ دنیا میں بسنے والے تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے، آج کے دور میں ماحولیاتی مسائل حل کرنے میں سائنس داں حضرات کی تدابیر فیل ہو چکی ہیں، لیکن بدقسمتی اور کج فہمی کے سبب وہ دین اور دینداروں کو اس کا مورد الزام ٹھہراتے ہیں، دور حاضر سائنسی ایجادات اور صنعتی ترقی کا دور ہے اس ترقی نے بلاشک وشبہ انسان کو جہاں بہت سی سہولتیں اور آسائشیں فراہم کی ہیں وہیں بہت سے مسائل بھی کھڑے کر دیئے ہیں، ان میں سرفہرست ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ ہے، پوری دنیا میں بڑھتی ہوئی آلودگی کی وجہ سے انسان ودیگر جانداروں پر تباہ کن ومنفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں، اس ماحولیاتی آلودگی سے نہ تو فضا میں اڑتے پرندے محفوظ ہیں اور نہ فضا مامون ہے اسی طرح نہ تو صاف وشفاف پانی میسر ہے اور نہ ہی اس میں رہنے والی مچھلیاں اور دیگر آبی جانور ہی سلامت ہیں۔

رہی بات سطح زمین کے رہنے والے باشندوں کی تو وہ سب سے زیادہ متاثر، پریشان وبدحال ہیں، یہ ساری آلودگی وتباہی انسان کی اپنی ہی کوششوں وکرتوتوں کا نتیجہ ہیں۔

ہمارا ملک ہندوستان دنیا کے بدترین آلودہ ممالک میں شمار کیا جاتا ہے، عالمی ادارہ صحت کے مطابق دنیا کے بیس آلودہ ترین شہروں میں انڈیا کے چودہ شہر شامل ہیں، اور دنیا میں سے ہر دس میں سے نو انسان آلودہ فضا میں سانس لینے پر مجبور ہے، عالمی ادارہ صحت ڈبلو. ایچ. او. نے اپنے تازہ تخمینہ میں بتایا ہے کہ ہر سال تقریبا ستر لاکھ افراد گھر کے اندر اور باہر کی آلودہ ہوا میں سانس لینے کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں۔

اسی طرح عالمی سطح پر دہلی میں فضائی آلودگی چوتھے نمبر پر ہے، گذشتہ دو برس قبل فضائی آلودگی خطرناک حد تک بڑھ جانے کی وجہ سے دلی کے آس پاس بڑی بڑی صنعتیں وپاور پلانٹ بند کر دی گئی تھیں، علاوہ ازیں ہمارے ملک ہندوستان میں فضائی وسطحی ماحولیات آلودگی کا شکار ہیں جہاں ہر جاندار کا جینا محال ہو رہا ہے، بڑھتی ماحولیاتی آلودگی وزہر ملے اثرات سے متنبہ کرنے اور اس کے تدارک کے لیے اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام یو. این. پی. کے زیر قیادت ۱۹۷۳ء میں یہ فیصلہ لیا گیا کہ ہر سال کے ۵/جون کو عالمی سطح پر یوم ماحولیات کا انعقاد کیا جائے گا اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

فضائی وسطحی آلودگی کے اسباب: صنعتوں کی پیداواری عمل سے خارج ہونے والے آبی اور ٹھوس فضلات کو دریاؤں اور آبی وسائل میں شامل کر دیا جاتا ہے، جو سمندر تک پہنچ کر آب حیات کو شدید متاثر کر رہے ہیں، برسات کے پانی کے تیز بہاؤ میں یہ سب مل کر ندی کا صاف پانی زہریلا کر دیتے ہیں، جس کے سبب ان ندیوں کے پانی میں آکسیجن میں کمی ہو جاتی ہے، اسی طرح روزمرہ ہمارے ملک کے ندی ونالوں میں نامعلوم کتنے میلین گیلن گندے وخراب پانی روزمرہ شامل ہو رہے ہیں، ترقی کے بڑھتے ہوئے معیار کو قائم رکھنے، کم محنت کر کے سہل، پرلطف اور پرآسائش زندگی گذارنے کی خواہش سرمایہ دارانہ نظام کے ظلم اور صنعت کاروں کے حریفانہ اقدامات نے ماحولیاتی آلودگی کو اس نہج پر پہونچا دیا ہے کہ ایک طرف نسل انسانی تباہی کے دہانہ پر آگئی ہے تو دوسری طرف گاڑیوں سے نکلنے والا دھواں کوئلے سے چلنے والی بجلی گھر، کھانے پکانے کے لیے ایندھن کا بے دریغ استعمال، تعمیراتی شعبہ جیسے کھیت کھلیان، جنگل، ندیاں، تالاب سب کے سب بہت

شدت سے مفاد پرستی اور صارفیت کے شکار ہیں، بلڈرس ان کی بڑی بڑی بولیاں لگا کر ان پر اونچی اونچی عمارتیں تعمیر کرا رہے ہیں، جن کھیتوں میں انسانی غذا اگائی جاتی ہے ان انسانی خوراک میں ڈھیر ساری کیمیکلس (کھاد) ملائے جاتے ہیں تا کہ ان کی پیداوار جلدی اور بہت زیادہ ہو جس سے زیادہ سے زیادہ دولت کمائی جا سکے، قابل غور بات یہ ہے کہ دولت کی ہوس نے ایسے کیمیکلس سے پیدا ہونے والے اجناس و دیگر پھل و سبزیاں کس قدر انسانی زندگی کے لیے مہلک ہوتی ہیں، علاوہ ازیں گاؤں وقصبوں وشہروں میں پرانے زمانے سے موجود تالاب، پوکھرا پر ناجائز قبضہ کر کے ان میں غلاظتیں بھری جا رہی ہیں، خاص طور سے بہت بھاری تعداد میں پلاسٹک (پولوتھین) کے بے تحاشہ استعمال سے ندی، نالے، گڈھے سکڑتے وسوکھتے جا رہے ہیں یا ان کا وجود ختم ہوتا جا رہا ہے، اسی طرح سے ہمارے اردگرد کے پیڑ، پودے وجنگلات بہت تیزی سے کٹ رہے ہیں جس سے دن بدن نت نئے مصائب ومشکلات سامنے آ رہی ہیں اور گرمی کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

ماحولیات کی آلودگی اور اس کے تباہ کن اثرات:

فضائی آلودگی سے عوامی صحت پر بہت برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور ملک میں ہر ایک منٹ میں تین انسان اموات کا تعلق اسی آلودگی سے بتایا جاتا ہے، اس کے علاوہ دل وپھیپھڑوں کی بیماری اور کینسر ودیگر مہلک بیماریوں کے دن بدن لوگ شکار ہو رہے ہیں۔

ماحولیات کے تحفظ میں اسلام ودیگر مذاہب کا کردار: ماحولیات کے تحفظ میں یوں تو کچھ نہ کچھ ہر مذہب کی تعلیم مفید ہیں مگر ان کے کچھ رسوم واعمال سے ماحولیات کی روح کو صدمہ پہونچتا ہے مثلاً ہندومت کو لے لیجئے اس میں مردوں کو جلانے کی تعلیم ہے، ہون کی تعلیم ورسم ہے، پھول ومالاؤں کے ذریعہ پوجا پھر انھیں دریا برد کرنے کی رسم ہے، ان مذکورہ امور کی انجام دہی سے دھواں، کریہہ بو پیدا ہو کر ماحول کو مکدر کرتی ہیں، اٹھنے والے دھواں سے فضائی آلودگی وکثافت میں اضافہ ہوتا ہے تو جلی جسمانی راکھ اور پھول مالاؤں سے دریاؤں کا پانی گدلا وکثافت آلودہ ہوتا ہے اور یہی ساری چیزیں سمندروں میں جا کر آبی حیوانات کی زندگی کے لیے مشکلات پیدا کرتی ہیں، اسی طرح کی کچھ رسمیں دیگر دھرموں میں بھی پائی جاتی ہے تاہم ان سارے مذاہب نے صفائی، شجرکاری اور منشیات پر روک لگا کر ماحولیات کی پاکیزگی میں اپنا اپنا رول ادا کیا ہے جو قابل ذکر ہے۔

لیکن مذہب اسلام کی تعلیمات تحفظ ماحولیات کے تعلق سے نہایت اہم، پاکیزہ اور خوبصورت ودلنشیں ہیں، بلکہ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ اسلام ماحولیات کے تحفظ پر بہت زور دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کسی نہ کسی طور پر تمام بنی نوع انساں کے فائدہ کے لیے پیدا کی ہیں، لہذا یہ لازم ہے کہ ان کا مناسب استعمال ہو اور انھیں تباہی سے بچایا جائے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ (الانبیاء: ۳۰) یعنی ہم نے ہر چیز کی تخلیق پانی سے کی ہے، ایک اور مقام پر فرمایا ﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾ (سورۃ الاسراء: ۲۷) یعنی فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

ماحول کو صاف رکھنے میں درخت کلیدی کردار ادا کرتے ہیں، درخت لگانا سنت رسول ہے احادیث مبارکہ میں شجرکاری کا حکم ہے یہاں تک کہ فرمایا گیا کہ قیامت کی گھڑی آ جائے اور ہاتھ میں پودا یا بیج ہو تو اسے اگانے کے لیے زمین میں ضرور لگایا جائے، دین اسلام میں درخت لگانا صدقۂ جاریہ ہے کہ ایک درخت سے کئی جانداروں کی زندگیاں وابستہ ہوتی ہیں اور اس سے بہت سے فائدے اٹھائے جاتے ہیں۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں کی صفائی کا حکم دیا ہے کیوں کہ یہودی اپنے گھروں کے سامنے کوڑا پھینکتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے پانی میں قضائے حاجات سے منع فرمایا ہے، اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں جاری دریا کے پانی کے اسراف سے منع فرمایا ہے، اسی طرح اسلام پھلدار درخت کو کاٹنے سے منع کرتا ہے۔

خلاصۂ کلام اینکہ تحفظ ماحولیات میں اسلام کا کردار نہایت قابل تعریف وتحسین ہے۔ وصلی الله علیٰ عبده ورسوله محمد وعلیٰ آله وصحبه وسلم تسلیماً کثیرا۔

انتقال پر ملال: یہ خبر بڑے رنج وغم کے ساتھ سنی جائے گی کہ دارالعلوم اہل حدیث چوکھا راجستھان کے صدر جناب فضل الرحمٰن خلجی کا گزشتہ دنوں ۳۰ جنوری ۲۰۲۵ء کو انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب فضل الرحمٰن متدین، علم دوست اور علماء کے کافی قدردان تھے۔ ان کا انتقال ہم سبھی کے لئے باعث رنج وغم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کے اہل خانہ اور ان کے جملہ متعلقین کو صبر وسلوان اور مرحوم کی لغزشوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ تدفین سوجتی گیٹ کے پاس ۵ ویں روڈ قبرستان میں ہوئی۔ (شریک غم: جناب نثار احمد خلجی صاحب نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث راجستھان، جناب عبدالرحیم صاحب نائب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث راجستھان)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے لیے

عیدانہ فنڈ جمع کرنا ہرگز نہ بھولیں

عید کی پرمسرت گھڑیوں میں ''مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند'' کو فراموش نہ کریں۔ آپ عید کے مبارک موقعہ پر جس طرح اپنے بچوں کو عیدی دے کر ان کی خوشیوں میں اضافہ کرتے ہیں اسی طرح مرکزی جمعیت کو عیدانہ فنڈ دینا نہ بھولیں۔

تمام ریاستی، ضلعی، مقامی جمعیت اہل حدیث کے امراء ونظماء، ائمہ مساجد وخطباء اور ذمہ داران مدارس ومکاتب سے پُرخلوص اپیل ہے کہ مساجد اور عیدگاہوں میں جمعیت کے لیے ضرور اپیل کریں اور جو رقم مرکزی جمعیت کے لیے حاصل ہو اس کو بذریعہ چیک یا ڈرافٹ، مرکزی جمعیت کو ارسال کریں تاکہ آپ کا یہ عیدانہ فنڈ جمعیت وجماعت کے مفید ترین منصوبوں کی تکمیل میں اہم کردار ادا کرسکے۔

ارسال زر کا پتہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔٦

فون: 011-23273407 فیکس: 011-23246613

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام

پندرھواں آل انڈیا ریفریشر کورس

۴/مئی ۲۰۲۵ء تا ۱۱/مئی ۲۰۲۵ء بمطابق ۵/ذوالقعدہ ۱۴۴۶ھ تا ۱۲/ذوالقعدہ ۱۴۴۶ھ

بمقام: اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دھلی

دعاۃ ومعلمین اور ائمہ کے لیے یہ خبر باعث مسرت ہوگی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی ''چودھواں آل انڈیا ریفریشر کورس برائے ائمہ، دعاۃ ومعلمین'' کا انعقاد ہونے جارہا ہے۔ جو مورخہ ۴/مئی ۲۰۲۵ء سے شروع ہوکر ۱۱/مئی ۲۰۲۵ء کو اختتام پذیر ہوگا۔ ان شاءاللہ۔ امید ہے کہ یہ دورہ تدریبیہ بھی گزشتہ سالوں کی طرح فوائد سے بھرپور ہوگا۔ جماعت کے مشاہیر اہل علم وتحقیق اور دعاۃ ومربیین ودیگر عصری وقانونی ماہرین مشارکین کو اپنے علمی، تدریسی، دعوتی تجربات سے بہرہ ور فرمائیں گے۔ صوبائی جمعیات اہل حدیث کے امراء ونظماء سے اپیل ہے کہ وہ اپنے اپنے نمائندگان کے نام جلد از جلد ارسال کریں۔ ہر صوبائی جمعیت سے دو نمائندگان مطلوب ہیں۔

نوٹ: دورہ تدریبیہ کا افتتاحی اجلاس ۴/مئی ۲۰۲۵ء، اتوار کو صبح ۸/بجے اہل حدیث کمپلیکس میں منعقد ہوگا۔ جس میں تمام مشارکین دورہ تدریبیہ کی شرکت ضروری ہے۔

شعبہ تعلیم وتربیت: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اعلان داخلہ

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی میں قائم اعلیٰ تعلیمی وتربیتی ادارہ

''المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ'' میں نئے تعلیمی کلینڈر (2025-2026) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

9/اپریل 2025ء مطابق 10/ شوال المکرم 1446ھ بروز بدھ تا 13/اپریل 2025ء

مطابق 14/شوال المکرم1446ھ بروز اتوار داخلہ لیا جائے گا۔ ان شاءاللہ

شرائط داخلہ:

● امیدوار کسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل (سند فضیلت یافتہ) ہو۔ ● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔ ● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔ ● فراغت پر دوسال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔ ● جس ادارہ سے فارغ ہو اس سے امیدوار کے حسن السیرۃ والسلوک پر کم ازکم دواساتذہ کی تصدیق ہو۔ ● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو ● الیکشن آئی کارڈ یا آدھار کارڈ یافتہ ہو ● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔ ● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔ داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔ ● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔ ● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔ ● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست ● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب ● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔ ● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔ ● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ ● بہترین رہائشی انتظامات ● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔ ● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

درخواست موصول ہونے کی آخری تاریخ: 5/اپریل 2025ء

اپنی درخواست مع تصدیقات ونقول اسناد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

''المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة''

اہل حدیث کمپلیکس، ڈی۔۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

فون نمبر:۔ 011- 23273407، موبائل:09560841844, 9213172981

شعبۂ تعلیم و تربیت:

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

رمضان المبارک کے موقع پر اپنے صدقات و خیرات کا ایک حصہ
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
کو دینا نہ بھولیں

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، ہندوستان میں اہل حدیثوں کا نمائندہ پلیٹ فارم ہے، جو اپنے اہداف و مقاصد کی روشنی میں منصوبوں اورعزائم کی تکمیل میں کوشاں ہے۔اس کی دعوتی وتبلیغی، تعلیمی وتربیتی، علمی وتحقیقی، تحریری وصحافتی اوررفاہی وسماجی خدمات کا ایک طویل سلسلہ جاری ہے۔سیمیناروں، کانفرنسوں اور مسابقوں کا انعقاد، مختلف زبانوں میں جرائدورسائل کی طباعت، تفسیر، حدیث نیز اہم ترین دینی وتربیتی اورنصابی کتابوں کی اشاعت کا کام پابندی سے ہورہا ہے۔اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی کے عظیم تعمیری پروجیکٹ کی دوسری منزل اوراہل حدیث منزل واقع علاقہ جامع مسجد دہلی کی چوتھی منزل کی تسقیف (چھت کی ڈھلائی) کا کام ہوا چاہتا ہے۔جن کی وجہ سے جمعیت کے مصارف بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں اور یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بعداہل خیرحضرات اورمحسنین ومخلصین کے تعاون سے ہی انجام پارہے ہیں۔اس پرہم اللہ تعالیٰ کے شکرگزار ہیں، پھراپنے محسنین ومخلصین کے بھی، جنھوں نے کسی نہ کسی ناحیہ سے مرکزی جمعیت کی تعمیروترقی میں حصہ لیاہےاوراس کے منصوبوں کی تکمیل میں آج بھی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔

تمام اہل خیرمحسنین ومخلصین سے مؤدبانہ اپیل ہے کہ رمضان المبارک کے موقع پرمرکزی جمعیت کے تمام شعبوں کی فعالیت کو برقراررکھنےاورتعمیراتی سرگرمیوں کوآگے بڑھانے کے لیے جمعیت کے ذمہ داروں اورکارکنوں کے ساتھ بھرپورتعاون فرمائیں۔وہ آپ کی خدمت میں حاضرہوں گےاوراگران میں سےکوئی آپ کی خدمت میں نہ پہنچ سکےتواپناتعاون براہ کرم مرکزی جمعیت کے دفترکوارسال فرمائیں۔اللہ آپ کی نیکیوں کوقبول فرمائے۔(آمین)

ڈرافٹ یاچیک صرف"Markazi Jamiat Ahl-e-Hadees Hind" کے نام سےہی بنائیں۔

A/c No.629201058685 (ICICI Bank) Chandni Chowk Branch
(RTGS/NEFT/IFSC CODE ICIC0006292)

منجانب: اراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند